مریم عزیز

یہ دوراہے کے رستے

"سنیے یہ غنی صاحب کا گھر کہاں ہے؟"

اس کے سوال پر اس راہ گیر نے عجیب نظروں سے اسے دیکھ کر سامنے اشارہ کیا تو غنی ہاؤس کی تختی دیکھ کر وہ جی بھر کر شرمندہ ہوئی۔ مسلسل پندرہ منٹ سے خواری اوپر سے سر پر چمکتا سورج۔ وہ حال سے بے حال ہو کر رہ گئی تھی۔

اس نے بیل دے کر ٹشو سے اپنا چہرہ صاف کیا اور اپنے بڑے سے بیگ کو دائیں سے بائیں کندھے پر منتقل کیا۔ بیل دیے بھی اسے دس منٹ ہو گئے تھے۔ اس نے جھنجھلا کر بیل دی اور بیل پر سے انگلی اٹھائی ہی نہیں۔ گیٹ پر کھٹر پٹر ہوئی تو اس نے مطمئن ہو کر ہاتھ ہٹا لیا۔

"آج کیا پہلی تاریخ تھی جو چھٹی کرنا تم پر حرام ہو گیا تھا۔"

گیٹ پورا کھلنے سے پہلے اسے غصیلی آواز سنائی دی۔ اگلے ہی پل ایک لڑکے کی شکل بھی نظر آئی۔ وہ شاید سو رہا تھا، اسے دیکھ کر ایک پل کے لیے وہ بھی حیران ہوا۔ اس کے بیگ پر نظر پڑتے ہی اس کے ماتھے پر بل پڑ گئے۔

"دیکھیے، اگر آپ شیمپو، صابن، بسکٹ کچھ بھی لے کر آئی ہیں تو ہمیں نہیں چاہیے کیونکہ میں کل ہی بال منڈوانے جا رہا ہوں اور نہ ہی ہم نہاتے ہیں اور نہ ہی بسکٹ کھاتے ہیں۔"

وہ اسے سیلز گرل سمجھ کر جلدی جلدی بول کر گیٹ بند کرنے لگا تو وہ جیسے ہوش میں آئی۔

"پلیز۔ میری بات سنیں۔" اس کے بولتے ہی گیٹ بند کرتا لڑکا رک گیا اور غور سے اسے دیکھنے لگا۔ اس کے یوں دیکھنے پر وہ نروس تو ہوئی لیکن فی الحال اس سے بات کرنا

مکمل ناول

UrduPhoto.com

زیادہ ضروری تھی۔

"مجھے غنی صاحب سے ملنا ہے۔"

سامنے کھڑے لڑکے نے اب اسے سر سے پیر تک گھورا۔ "کس سلسلے میں؟"

"ایکچولی مجھے غزل نے بھیجا ہے۔ اس کی غنی صاحب سے بات ہوئی تھی کمرہ کرائے پر لینے کے بارے میں تو وہ آج بزی تھی اس لیے اس نے مجھے بھیج دیا۔"

"اچھا تو آپ کو غزل نے بھیجا ہے تو آپ آئیں نا اندر۔" اس لڑکے کے مسکرانے پر جیسے اس کی جان میں جان آئی۔

"اندر آئیں۔" اس لڑکے کے بلانے پر وہ جھجکتے ہوئے اندر داخل ہوئی۔

"آپ نے اپنا نام تو بتایا نہیں۔" خوب صورتی سے سجے ڈرائنگ روم کا جائزہ لیتے ہوئے اس نے اس لڑکے کی آواز سنی تو چونک کر اسے دیکھا۔

"ایمن!"

"بیٹھیں ایمن! کیا لیں گی آپ کولڈ ڈرنک؟" اس کے کہنے پر وہ دروازے کے قریب رکھے سنگل صوفے پر بیٹھ گئی۔

"نہیں بس ایک گلاس پانی۔" وہ کہنا تو نہیں چاہتی تھی لیکن حلق میں جیسے کانٹے اگ آئے تھے۔

"پلیز۔ آپ ذرا غنی صاحب کو بلا دیں۔" اس نے ایک بار پھر اپنا مطالبہ دہرایا تو وہ جاتے جاتے رک گیا۔

"یہاں تین غنی ہیں۔ میں بھی غنی ہوں۔ آپ کو کون سے صاحب سے ملنا ہے؟"

"اس گھر کے مالک سے۔"

"وہ تو مشکل ہے کیونکہ وہ اس وقت شہر سے باہر ہیں۔"

"اچھا!" وہ کچھ مایوس سی ہو گئی۔ "آپ کے گھر کوئی آدمی نہیں؟"

"واٹ؟" اس کی بات پر سامنے کھڑا لڑکا اچھل پڑا۔ [illegible] بھیجا تھا اوپر سے اس لڑکی نے اس کے آدمی ہونے کو ہی مشکوک قرار دے دیا تھا۔ اس کے تاثرات [illegible] دیکھ کر وہ [illegible]

"میرا مطلب ہے کوئی بزرگ وغیرہ۔" اس نے [illegible]

"میرے چاچو ہیں۔" اس کے نروٹھے انداز پر اس کی جان میں جان آئی۔

"پلیز! ذرا جلدی سے انہیں بلا دیں۔ مجھے واپس بھی جانا ہے۔" کسی بزرگ کا سن کر تسلی ہوئی تو لہجے میں بھی اعتماد لوٹ آیا۔ وہ باہر نکل گیا۔

اس کے جانے کے بعد اس نے گہری سانس لے کر گھڑی کی طرف دیکھا۔ ہوسٹل سے نکلے بھی اسے دو گھنٹے ہو گئے تھے۔ وہ ناخن چباتے ہوئے اس دروازے کو دیکھنے لگی جہاں وہ لڑکا گیا تھا۔ تب ہی وہ اندر داخل ہوا۔

"میرے چاچو۔" اس نے ہاتھ سے دروازے کی طرف اشارہ کیا تو وہ کسی بزرگ کے خیال سے کھڑی ہونے لگی لیکن اندر داخل ہونے والی ہستی کو دیکھ کر نہ اٹھ پائی اور نہ دوبارہ بیٹھ پائی۔

"اتنے چھوٹے چاچو!" اس کی زبان کی نوک پر یہ جملہ پھسلتے پھسلتے رہ گیا۔

اندر داخل ہونے والی ہستی بالکل اس لڑکے کی عمر کی تھی۔ ہاں قد اس سے بھی لمبا تھا۔ شکلیں اس حد تک ملتی تھیں کہ پہلی نظر میں اسے جڑواں ہونے کا گمان ہوا تھا اور وہ اسے چاچو کہہ رہا تھا۔ اس نے غور سے ان دونوں کی شکلیں دیکھیں۔ دونوں کی آنکھوں میں نظر آنے والی شرارت نے ایک بار پھر اس کا سارا اعتماد ڈانواں ڈول کر دیا۔ اسے اس وقت پر افسوس ہونے لگا جب وہ اکیلی اس مہم کو سر کرنے نکلی تھی۔

"جی فرمائیے، میں آپ کی کیا خدمت کر سکتا ہوں؟" آنے والا اس کے بالکل سامنے بیٹھ گیا تھا۔ اب بڑی دلچسپی سے اس کا چہرہ دیکھ رہا تھا۔

اسے اچھی طرح اندازہ ہو رہا تھا کہ وہ لڑکے اسے بےوقوف بنا رہے ہیں۔

"آپ کے گھر کوئی خاتون نہیں؟" اس نے تھوک نگل کر خود کو بااعتماد ظاہر کرنے کی ناکام کوشش کی۔

"جی ہیں تو پر اس وقت گھر میں ہم دونوں ہیں۔" محترم چاچو صاحب اب ٹانگ پر ٹانگ رکھ کر صوفے کی بیک سے ٹیک لگا کر مزید پھیل کر بیٹھ گئے۔

"پانی پئیں۔" پہلے والے نے گلاس اس کے سامنے ٹیبل پر رکھا۔ پانی کی شدید طلب ہونے کے باوجود اس نے گلاس کو چھوا تک نہیں۔

UrduPhoto.com

"اس میں ضرور کچھ ملا ہو گا۔" اس نے شفاف پانی کو گھورتے ہوئے سوچا اور دوبارہ اس لڑکے کو دیکھا جو اب دیوار سے ٹیک لگائے دونوں ہاتھ سینے پر باندھے اس کی کیفیت سے محظوظ ہو رہا تھا۔ اس نے ان ہی نظروں سے سامنے بیٹھے شخص کو دیکھا جس کے چہرے پر بھی لگ بھگ ایسے ہی تاثرات تھے۔

"پانی میں کچھ ملایا نہیں۔ آپ پی سکتی ہیں۔" صوفے پر بیٹھے شخص کے کہنے پر اس نے دزدیدہ نظروں سے اس دروازے کو دیکھا جہاں سے وہ آئی تھی۔ وہ ایک دم اٹھی کیونکہ یہاں مزید بیٹھنا اسے خطرناک لگ رہا تھا۔

"ارے آپ کہاں جا رہی ہیں۔ آپ نے تو کرائے کی بات کرنا تھی۔" "بھتیجے صاحب فوراً" دوڑ کر اس کے راستے میں حائل ہوئے تو وہ رونے والی ہو گئی۔

"مم۔ مجھے کوئی کمرہ نہیں چاہیے۔ مجھے جانا ہے۔"

"ارے ایسے کیسے آپ جا سکتی ہیں۔ ہمارے گھر کوئی آتا اپنی مرضی سے ہے لیکن جاتا ہماری مرضی سے ہے۔ کیوں بھتیجے؟"

"بالکل!" وہ دونوں یک دم قہقہہ لگا کر ہنسے تو وہ ایک لمحہ ضائع کیے بغیر دروازے کی طرف بڑھی۔ دروازہ کھولتے ہی وہ بھاگ کھڑی ہوئی تھی۔ سڑک کے درمیان میں رک کر تیزی سے چلتی اپنی سانسوں پر قابو پانے کی کوشش کرنے لگی۔ اس نے مڑ کر دھندلی نظروں سے پیچھے دیکھا اور تیز تیز قدم اٹھانے لگی۔

☆ ☆ ☆

پرفیوم کی تیز خوشبو نے اس کے خوابیدہ حواس کو بیدار کیا تو وہ مندی مندی آنکھوں سے سامنے دیکھنے لگی جہاں ایمن اپنے بالوں میں تیزی سے برش چلا رہی تھی۔

"آج سنڈے کے دن کہاں کی تیاری ہے؟"

"غنی انکل سے ملنے جا رہی ہوں۔"

"کیا؟" وہ جھٹکے سے اٹھ بیٹھی "میرے سب کچھ بتانے کے باوجود۔"

ایمن کے روٹھے لہجے پر اس نے آئینے میں سے اس کا اترا ہوا چہرہ دیکھا اور برش رکھ کر اس کی طرف مڑی۔

"ہاں اس کے باوجود۔ کیونکہ تمہاری حواس باختہ حالت سے میں اچھی طرح آگاہ ہوں۔ اوپر سے تم نے جو وہ جوان جہان لڑکوں کی جو اسٹوری سنائی ہے۔ وہ مجھے ہضم نہیں ہوئی۔"

"تمہارا مطلب ہے میں جھوٹ بول رہی ہوں۔"

اب وہ غصے سے موبائل کے بٹن پریس کرتی غزل کو گھورنے لگی۔

"میرا یہ مطلب بھی بالکل نہیں لیکن میری انفارمیشن کے مطابق ان کے بچے کافی چھوٹے ہیں۔ اب اٹھو جلدی سے تیار ہو جاؤ۔ ہمیں ابھی نکلنا ہے۔"

"لیکن۔"

"لیکن ویکن کچھ نہیں۔ میں باہر تمہارا انتظار کر رہی ہوں۔" وہ ہمیشہ کی طرح آرڈر دے کر باہر نکل گئی۔ اور وہ مجبوراً کپڑے بدلنے کے لیے کھڑی ہو گئی تھی۔

ریٹائرڈ کرنل عبدالحمید غنی کے نام پر اس کی نظریں کتنی دیر تک ساکت رہیں۔ اس نے ڈرتے ڈرتے غزل کی طرف دیکھا جو لاپروائی سے ببل چباتے ہوئے گیٹ کھلنے کا انتظار کر رہی تھی۔ یہ تو اسے پتا چل گیا تھا کہ وہ کسی غلط گھر میں چلی گئی تھی لیکن غزل کو بتانے کا مطلب اپنی عزت افزائی کروانے کے مترادف تھا۔

گیٹ کھلتے ہی ایک سات سال کے بچے کی شکل نمودار ہوئی۔

"ہیلو میرا نام غزل ہے آپ کے گرینڈ پا گھر پر ہوں گے؟" غزل کے پوچھنے پر وہ سر ہلاتے ہوئے۔ مڑا تو غزل بھی اس کے پیچھے اندر داخل ہوئی تو وہ بھی سر جھکائے اس کے پیچھے پیچھے چلنے لگی۔ کچھ دیر بعد وہ اسی طرح سر جھکائے باہر نکلی تھی اور اس کے پیچھے غصے سے تنتناتی ہوئی غزل۔

"دماغ خراب ہو گیا ہے حضرت کا۔ ایک کمرے کا دس ہزار مانگ رہے ہیں۔ کمرے میں کیا ہیرے جواہرات لگے ہیں۔ ابھی پاپا کے ریفرنس کی وجہ سے مجھے رعایت دے رہے ہیں ورنہ پتا نہیں کیا چارج کرتے۔"

وہ غصے سے بولتی ہوئی تیز تیز چل رہی تھی۔

"اب تم جس طرح کے پوش ایریا میں کمرہ لینا چاہ رہی ہو۔ وہاں قیمتیں کم و بیش ایسی ہی ہوں گی۔ کیا ہم کسی دوسرے ایریا میں سستا سا کمرہ نہیں لے سکتے۔"

"بالکل نہیں۔" ایمن کے مشورے پر وہ ترشی سے بولی۔ "تمہاری یہ سستی اور پھٹیچر اسکیمیں سن سن کر میں

نے وہاں اس سڑے ہوئے ہوسٹل میں کمرہ لیا۔ نتیجہ دیکھ رہی ہو؟ میں اب وہاں مزید ایک دن بھی رہنا نہیں چاہتی۔" غزل نے نخوت سے سر جھٹکا تو وہ بھی گہرا سانس لے کر خاموش ہو گئی۔

"غنی ہاؤس!" غزل کی آواز پر اس کے کان ایک دم کھڑے ہوئے۔ اس نے چور نظروں سے اپنے دائیں طرف دیکھا۔ وہ اس وقت غنی ہاؤس کے آگے سے ہی گزر رہے تھے اس نے اپنے قدموں کی رفتار تیز کر لی۔

"ایمن رکو! کہیں تم یہاں تو نہیں آئی تھیں؟" اس کے تیزی سے چلتے قدم ست پڑ گئے۔ وہ مرے مرے انداز میں پیچھے مڑی۔ اس کے چہرے کے تاثرات پر غزل نے ہونٹ بھینچ لیے۔

"چلو۔" وہ جو سخت ست سننے کی منتظر تھی۔ غزل کی چلو پر حیرت سے اس کا منہ دیکھنے لگی۔

"تم بتا رہی تھیں کہ ان کے گھر بھی کمرہ کرائے پر مل رہا تھا' پتا کر لیتے ہیں۔"

غزل کی بات پر وہ بدک کر دو قدم پیچھے ہٹی۔

"پاگل ہوئی ہو۔ میں تو اب کبھی نہ جاؤں۔" وہ خوف سے آنکھیں پھیلا کر غزل کو دیکھنے لگی۔

"اس دن تم اکیلی تھیں' آج میں تمہارے ساتھ ہوں۔" غزل نے کہنے کے ساتھ بیل بھی بجا دی۔ بیل بجاتے ہی گیٹ کھل گیا جیسے کوئی گیٹ کے ساتھ ہی لگ کر کھڑا ہو۔

"گھر میں کوئی بڑا ہے؟" غزل کے پوچھنے پر وہ اچک کر گیٹ کھولنے والے کو دیکھنے لگی جہاں گہرے سانولے رنگ کا موٹا سا بچہ کھڑا تھا۔

"کون ہے بختیار علی؟" بچے نے مڑ کر پیچھے دیکھا تو غزل نے سر اندر گھسا کر سلام کیا۔

"چلو بھی۔" پھر سرگوشی میں اسے بھی اندر آنے کو کہا تو اس نے زور سے سر نفی میں ہلایا۔

"موہ پھر [illegible] غائب ہو گئی۔ وہ کچھ دیر ایسے ہی گیٹ کے سامنے لیفٹ رائٹ کرتی رہی لیکن جب غزل کو گئے پندرہ منٹ سے بھی زیادہ ہو گئے تو وہ تجسس کے ہاتھوں مجبور ہو کر گیٹ سے اندر جھانکنے لگی۔

لان میں تین کی کرسی پر ایک خاتون [illegible] اور ان کے بالکل سامنے غزل بیٹھی ہاتھ ہلا ہلا کر باتیں کر رہی تھی۔ یہ اس کا کسی کو قائل کرنے کا مخصوص انداز تھا۔ اس پر نظر پڑتے ہی غزل نے ہاتھ سے اسے آنے کا اشارہ کیا' تب ہی اس عورت نے مڑ کر دیکھا تو مجبوراً اسے اندر آنا پڑا۔

"یہ میری دوست ایمن ہے۔ ہم دونوں کو کمرہ چاہیے۔" غزل کے تعارف کروانے پر اس عورت نے مسکرا کر اسے دیکھا غزل کے اشارہ کرنے پر وہ خاموشی سے اس کے ساتھ والی کرسی پر بیٹھ گئی۔

"بس آپی! کیا بتاؤں' اس ہاسٹل میں ہم پچھلے سال سے رہ رہے ہیں لیکن پچھلے کچھ ماہ سے سخت عاجز آئے ہوئے ہیں۔ وارڈن بھی چینج ہو گئی ہے اور اسٹاف بھی۔ وہاں کا سارا ماحول ہی خراب ہو گیا۔"

"ویری سیڈ۔" سامنے بیٹھی عورت نے افسوس کا اظہار کیا۔

"اب آپ سمجھ سکتی ہیں ایسے حالات میں ہمارا وہاں رہنا کتنا مشکل ہے۔" آخر میں غزل نے گہرا سانس لے کر مظلوم شکل بنالی۔

"ہاں۔ میں سمجھ سکتی ہوں۔ دراصل ہماری انیکسی خالی ہے۔ دو کمرے ہیں کچن باتھ۔ ہمارا کرائے پر دینے کا تو کوئی ارادہ نہیں لیکن تمہاری بات سن کر مجھے تمہیں انکار کرنا اچھا نہیں لگ رہا۔"

ایمن نے غور سے سامنے بیٹھی عورت کا جائزہ لیا۔ اس کی عمر چالیس کے قریب ہوگی وہ کافی خوش شکل خاتون تھی۔

"میرے بچوں کو شاید یہ بات پسند نہ آئے کیونکہ وہ پہلے ہی اپنی پرائیویسی کے معاملے میں کافی کانشس ہیں۔ دوسرے وہ لوگ کافی شرارتی ہیں' ہر ایک کے ساتھ مذاق کرنا ان کی عادت ہے حتیٰ کہ ہماری کام والی رقیہ کے ساتھ بھی نوک جھونک رہتی ہے ہو سکتا ہے تم لوگوں کو بھی مذاق کا نشانہ بننا پڑے۔"

"کوئی پرابلم نہیں آپی! میں خود کافی شرارتی ہوں۔" کمرہ ملنے کا سن کر غزل کے بلند و بالا قہقہے اچانک امڈ پڑے تھے جبکہ ایمن نے ناگواری سے پہلو بدلا۔

"ٹھیک ہے اگر تم لوگوں کو پرابلم نہیں تو مجھے بھی کوئی مسئلہ نہیں بلکہ میری بوریت بھی ختم ہو جائے گی۔ ویسے

UrduPhoto.com

ایک بات کے لیے بے فکر رہو' میرے بچے شرارتی ضرور ہیں لیکن شریف ہیں۔"

ان کے لہجے میں اعتماد محسوس کر کے ایمن پھر ان کا چہرہ دیکھنے پر مجبور ہو گئی۔

"اچھا شبانہ آپی! کرائے کی بات کر لیں۔"

"میں نے کہا نا غزل! پیسوں کا مسئلہ نہیں بلکہ تم لوگوں کے آنے سے میری بوریت ختم ہو جائے گی۔"

"پھر بھی آپی!" غزل اب زور دینے لگی جبکہ وہ خاموش تماشائی بنی کبھی غزل کو اور کبھی اس کی شبانہ آپی کو دیکھ رہی تھی۔

"اچھا چلو چار ہزار۔" غزل بے ساختہ خوش ہو گئی تھی جبکہ ایمن نے آنکھیں سکیڑ کر ان کا مسکراتا چہرہ دیکھا۔

سارا راستہ غزل چہکتی رہی۔ اپنی کامیابی پر وہ خود ہی اپنے آپ کو سراہ رہی تھی جبکہ وہ بالکل خاموش تھی۔ کل اسے گھر جانا تھا' اس لیے ہوسٹل پہنچتے ہی وہ اپنا سامان پیک کرنے لگی۔

"اگلے سنڈے کو ہم غنی ہاؤس میں ملیں گے۔" غزل نے اپنا بیگ تیار کرتے ہوئے اسے اطلاع دی۔

"میں وہاں نہیں آؤں گی۔" اس کے دوٹوک اور سنجیدہ انداز پر غزل نے چونک کر اسے دیکھا۔

"کیوں؟"

"وجہ تم جانتی ہو۔"

"کم آن ایمن! ہو سکتا ہے' وہ دونوں وہاں مہمان آئے ہوں اور شبانہ آپی کو دیکھ کر تمہیں لگتا ہے۔ ان کے بچے اتنے بڑے ہوں گے۔ چلو اگر ہوں بھی تو کیا فرق پڑتا ہے۔ ہم نے انیکسی میں رہنا ہے جو گھر سے فاصلے پر ہے۔"

"فرق پڑتا ہے غزل! اس گھر میں آدمی موجود ہیں۔"

"تو؟" اب غزل نے اسے غصے سے دیکھا تو وہ ہونٹ بھینچ کر رہ گئی۔

"انسان کو خود پر یقین ہونا چاہیے جب ہم اپنے کام سے کام رکھیں گے تو دوسرے بھی ہماری معاملے میں دخل اندازی نہیں کریں گے۔" وہ بیگ بند کر کے اب اپنے بستر کی چادر ٹھیک کر رہی تھی۔

"تم خود سوچو' وہ عبدالحمید کے گھر ہم تمہارے پاپا کے ساتھ گئے تھے تو وہ ایک کمرے کے دس ہزار مانگ رہے تھے جبکہ یہ تو باقاعدہ ایک پورشن ہے پھر بھی چار ہزار ہے۔" ایمن کے نکلتے پر غزل نے باقاعدہ سر پیٹ لیا۔

"کتنی شکی ہو تم۔ ہر بات کا منفی پہلو دیکھنا تمہاری عادت ہو گئی ہے۔ کبھی مثبت بھی سوچ لیا کرو۔ انہوں نے بتایا تھا نا کہ پیسہ ان کا مسئلہ نہیں وہ صرف بوریت دور کرنا چاہتی ہیں۔"

"پلیز غزل! ہم کہیں اور کمرہ دیکھ سکتے ہیں۔ کسی دوسرے ہاسٹل میں۔"

"بالکل نہیں۔" اس کے ملتجی انداز پر غزل دوٹوک انداز میں بولی "پہلے ہی تمہاری بات مان کر پچھتا رہی ہوں اس ہاسٹل کی اتنی بدنامی ہو چکی ہے کہ مزید وہاں رہنا بے وقوفی کے سوا کچھ نہیں اور وہ ایریا مجھے پسند ہے۔ لوگ بھی اچھے ہیں۔ وہاں میں ایزی فیل کروں گی۔"

"میں وہاں بالکل نہیں آؤں گی۔"

"مرضی ہے تمہاری۔" غزل نے جواب دے کر کروٹ بدل لی تو اس نے بھی لائٹ آف کر دی۔

☼ ☼ ☼

لاؤنج میں قدم رکھتے ہی اس کی بیزار طبیعت مزید مکدر ہو گئی۔ اس کے بہن بھائیوں اور ان کے بچوں سے بھرا یہ

ادارہ خواتین ڈائجسٹ کے معروف ناول

- دل پھولوں کی بستی
- جو چلے تو جہاں سے گزر گئے
- وہ چنچل سی دیوانی سی
- فاترالعقل
- ایمان امید اور محبت

- خواتین کا گھریلو انسائیکلوپیڈیا

خوبصورت سرورق' آفسٹ پیپر' خوبصورت چھپائی مضبوط جلد

شائع ہو گئے ہیں

سول ایجنٹ مکتبہ عمران ڈائجسٹ 37 اردو بازار کراچی

لاہور میں
- لاہور اکیڈمی
- شلطان نیوز ایجنسی
- عظیم اینڈ سنز
- اسلامیہ کتب خانہ

مہران نیوز ایجنسی

اشرف بک ایجنسی

لاؤنج اس وقت مچھلی بازار کا منظر پیش کر رہا تھا۔ کہنے کو تو ناشتا ہو رہا تھا لیکن کان پڑی آواز سنائی نہیں دے رہی تھی۔ وہ بڑبڑاتے ہوئے واپس کمرے میں آ گئی۔ اسے ہمیشہ سے شور و غل سے چڑ تھی جب تک یہاں تھی جیسے تیسے برداشت کر لیتی تھی لیکن ہوسٹل میں جانے کے بعد اب یہ آوازیں اسے سخت گراں گزرتی تھیں۔ اس کی قسمت پتا نہیں کہاں سے لڑکے ان کے ہوسٹل میں گھسے پھر پولیس ریڈ اور اس کے بعد کچھ نہ کچھ ہوتا رہتا تھا۔ اب تو ہوسٹل اچھا خاصا بدنام ہو چکا تھا۔ وہ لوگ جتنے چاہے اچھے ہوں لیکن بد سے زیادہ بدنام برا ہوتا ہے اور اوپر سے غزل نے جو گھر دیکھا تھا۔ وہ بھی اسے رہنے کے لحاظ سے ٹھیک نہیں لگ رہا تھا۔ پچھلے ہفتے سے وہ یہاں تھی اور مزید کتنے دن یہاں رہنا تھا وہ نہیں جانتی تھی۔ وہ لیٹنے والی تھی جب دروازہ کھلنے پر اٹھ کر بیٹھ گئی۔

"غزل کا فون تھا۔" سعدیہ بیگم کے بتانے پر اس نے گہرا سانس لے کر سر جھکا لیا۔

"تم کہہ رہی تھیں کمرے کا بندوبست نہیں ہوا جبکہ وہ بتا رہی ہے۔ کافی کم پیسوں میں بہت اچھی جگہ کمرہ ملا ہے۔" ان کے استفسار پر وہ خاموشی سے ناخنوں سے کھیلتی رہی۔

"ایمن!"

"امی! مجھے وہ جگہ پسند نہیں اور غزل اسے تو ہر جگہ ہر چیز میں ایڈونچر نظر آتا ہے جبکہ میں ان ایڈونچرز کا حصہ بننا افورڈ نہیں کر سکتی۔"

"کیا کوئی پریشانی والی بات ہے؟"

ایمن نے ان کا پریشان چہرہ دیکھ کر سر نفی میں ہلایا۔ بہرحال وہ انہیں ان لڑکوں کے مذاق کے بارے میں بتا کر مزید پریشان نہیں کرنا چاہتی تھی۔

"میں کوئی اور جگہ ڈھونڈ لوں گی۔" اس کے کہنے پر سعدیہ بیگم نے جن نظروں سے اسے دیکھا تھا۔ وہ خود ہی شرمندہ ہو کر نظریں چرا گئی۔ وہ کتنی بہادر تھی۔ سب جانتے تھے اور جب سے غزل سے اس کی دوستی ہوئی تھی وہ بالکل اس پر [illegible] تھی۔

"دیکھو بیٹا! تم جانتی ہو۔ میں نے کتنی مشکل سے تمہیں اتنی دور اکیلے پڑھنے کی اجازت دلوائی ہے اور یہ میری ہی نہیں تمہاری بھی خواہش تھی۔ ایک سال گزر چکا ہے اور یہ ایک سال بھی جیسے تیسے گزارا۔ یوں ہمت ہار کر بیٹھ جانے سے تم اپنی ایک سال کی محنت اور میری خواہش دونوں کو ملیامیٹ کر دو گی۔ جہاں تک غزل کی بات ہے مجھے اس پر پورا بھروسہ ہے وہ موڈی ضرور ہے لیکن سمجھدار ہے۔"

اسے ان کے خیال سے اتفاق نہیں تھا اس لیے خاموش رہی۔ اس کی خاموشی کو اس کی رضامندی سمجھ کر وہ مطمئن ہو کر باہر نکل گئیں۔ تو وہ گہرا سانس لے کر رہ گئی۔

☆ ☆ ☆

غزل سے اس کی پہلی ملاقات یونیورسٹی کے پہلے دن ہوئی تھی۔ اس دن وہ ہمیشہ سے زیادہ نروس تھی۔ دوستی کرنے میں وہ ہمیشہ صفر رہی تھی اس وجہ سے آج اکیلی تھی۔ اتنے سارے لڑکے لڑکیاں دیکھ کر شاید وہ رو ہی دیتی جب اچانک غزل اس سے ٹکرا گئی اس کی نسبت وہ کافی پُراعتماد تھی۔ ایمن کو اس کا اعتماد بھایا تھا اور اسے ایمن میں پتا نہیں کیا اچھا لگا تھا۔ ایمن کے کہنے پر اس نے ہوسٹل جوائن کیا تو اس کی خوشی کی انتہا نہ رہی اس کے ساتھ رہ رہ کر وہ بھی کافی حد تک کانفیڈنٹ ہو چکی تھی جس کا واضح ثبوت اس گھر میں اکیلے جا گھسنا تھا۔ لیکن اس کے باوجود وہ غزل کے جیسی بااعتماد کبھی نہیں ہو سکتی تھی۔ یونیورسٹی میں بھی سارا وقت وہ اس کے ساتھ ہی چپکی رہتی۔ اسے خود سے کافی شکایتیں تھیں لیکن غزل سے ملنے کے بعد تو ان کی فہرست کافی طویل ہو چکی تھی۔ غزل دو دفعہ اس کے ساتھ اس کے گھر آئی تھی۔ وہ جو اس گھر میں پیدا ہوئی تھی جن کے ساتھ اس کا خون کا رشتہ تھا۔ وہ آج تک ان سے اس طرح گھل مل نہیں سکی تھی جس طرح وہ ایک دو ملاقاتوں میں ان کی ہر دل عزیز ہو گئی تھی۔

"غزل کو لوگوں کی توجہ کھینچنی آتی ہے۔" اس سوچ کے ساتھ جہاں اس پر غزل کی ایک اور خوبی آشکارا ہوئی تھی وہیں اپنی ایک اور کمی کا ادراک بھی ہوا تھا۔ غزل کا گھر لاہور میں ہی تھا لیکن اس کے باوجود وہ ہوسٹل میں رہتی تھی اس بارے میں ان کے درمیان صرف ایک دفعہ بات ہوئی تھی۔ غزل نے بتایا تھا۔ وہ کسی وجہ سے اپنے ممی ڈیڈی سے ناراض ہے اس لیے ان سے الگ رہ رہی تھی جبکہ ہر ویک اینڈ پر وہ گھر جاتی بھی تھی۔ وہ حیران ہوئی تھی لیکن دوبارہ اس سے کچھ پوچھنا اسے مناسب نہیں لگا تھا۔

UrduPhoto.com

قزل کو دیکھ کر اندازہ ہوتا تھا۔ اس کا تعلق اپر کلاس سے ہے اور اس کلاس میں ایسی باتیں شاید عام ہوں۔

☼ ☼ ☼

تیز برستی بارش نے جہاں گرمی اور حبس کا توڑ کیا تھا وہیں موسم پر خوشگوار اثر ڈالا تھا۔ اس نے ٹھنڈی ہوتی چائے کے دو بڑے بڑے گھونٹ اپنے اندر اتارے۔ اس وقت وہ ہر سوچ سے بے پروا بھیگے بھیگے موسم کو انجوائے کر رہی تھی۔ ناز بھابھی کی چیختی ہوئی آواز پر اس نے قدرے چونک کر سامنے بنے تین کمروں پر مشتمل اس پورشن کو دیکھا جہاں اس کے تیسرے نمبر والے بھائی اپنی بیوی اور تین بچوں کے ساتھ رہائش پذیر تھے۔ ان کا گھرانہ جوائنٹ فیملی سسٹم کے تحت رہ رہا تھا۔ اس کے تین بھائی اور تین بہنیں تھیں۔ جبکہ اس کا نمبر ساتواں اور آخری تھا۔ اس کا اپنا ذاتی خیال تھا کہ وہ بالکل فضول میں اس دنیا میں آگئی تھی۔ اس کے تینوں بہن بھائی شادی شدہ تھے۔ بڑے دو بھائی اکٹھے رہتے تھے چار چار بچوں سمیت۔ دونوں کا کام بھی مشترکہ تھا۔ تیسرے بھائی فیاض وہ بی اے انگلش سپلی کے ساتھ لیکن انہیں اس پر بھی کافی ناز تھا اور ان کی بیگم ناز بھابھی بی اے ود انگلش سپلی اور انہیں بھی اپنے اس اندھے کانے گریجویٹ پر کافی غرور تھا۔ یہی وجہ تھی کہ وہ اپنی دونوں میٹرک پاس جیٹھانیوں کے ساتھ گزارا نہیں کر سکیں اور تین ماہ بعد ہی علیحدہ پورشن بنوا کر اپنے میاں کے ساتھ وہاں شفٹ ہو گئیں۔ اور اب اکثر اپنے بچوں کو پیٹ کر گالی گلوچ کر کے اپنے پڑھے لکھے ہونے کا ثبوت دیتی رہتی تھیں۔

اور جہاں تک اس کی بہنوں کا تعلق تھا۔ وہ بھی ایف اے تک رو پیٹ کر پہنچ گئی تھیں اور اب اپنے اپنے گھروں میں مگن تھیں اور جب کبھی وہ تینوں بمعہ اہل و عیال آجاتیں تو وہ سوچتی تھی کہ محکمہ بہبود آبادی والوں کو اس گھر کا ایڈریس ضرور پتا ہونا چاہیے۔ جہاں تک اس بات کی تھی جب تک وہ بڑی ہوئی۔ بہن بھائیوں کے خود اپنے گھریلو جھمیلے تھے کہ اس کی طرف دھیان دینے کی کو فرصت ہی نہیں تھی۔ باپ کا لفظ اس نے سنا تھا' اس کی پیدائش کے ایک سال بعد ان کی ڈیتھ ہو گئی تھی۔ صرف انہیں تصویروں کی حد تک جانتی تھی۔ ہاں اسے اماں سے لگاؤ ضرور تھا۔ باقی سب سے تو وہ ذہنی اور جذباتی طور پر کافی دور تھی۔ اعلا تعلیم حاصل کرنے کا ان کے گھر کوئی رواج نہیں تھا۔ جمالی سے خاص رغبت تو خیر اسے بھی نہیں تھی۔ اسے اچھی طرح یاد ہے تھا۔ وہ آٹھویں میں تھی۔ اس کی چچی جو اسی بڑے سے گھر کے دائیں طرف بنے پورشن میں اپنے بیٹے عادل اور بیٹی رعنا کے ساتھ رہتی تھیں' وہ ان سے بہت متاثر تھی۔ اونچی لمبی گوری سی تسنیم چچی جو بہت دھیما دھیما بولا کرتی تھیں۔ ان کے گھر کا ماحول اسے بہت پسند تھا پُرسکون اور صاف ستھرا۔ ان لوگوں کے برعکس تسنیم چچی کے بچے کافی لائق اور سلجھے ہوئے تھے۔ اس کے چچا سعودیہ میں جاب کرتے تھے ہر سال عید کے موقع پر آتے تھے۔ تب وہ اور چچی ان کی طرف ضرور آتے تھے وہ بھی عید کا ایک دن تھا۔ جب باتوں ہی باتوں میں چچی نے اپنی خواہش کا اظہار کیا کہ "وہ عادل کے لیے بہت پڑھی لکھی بیوی لائیں گی۔" اگرچہ وہ چھوٹی تھی لیکن پھر بھی چونک گئی۔ اس نے حیرت سے عادل کا چہرہ دیکھا جو ان دونوں فرسٹ ایر میں تھا۔ اس کی مسکراہٹ نے اس کی ماں کے بیان کی تصدیق کر دی تھی۔ اس کے بعد بات آئی گئی ہو گئی لیکن اس کے ذہن میں جم گئی۔ شاید اس لیے کہ وہ چچی کے قریب بلکہ ان کے گھر کا حصہ بننا چاہتی تھی۔ میٹرک میں جب اس نے سات سو سے زائد نمبر لیے تو گھر والوں نے سرسری سا سنا لیکن جب چچی نے اسے پیار کرنے کے ساتھ پانچ سو کا نوٹ تھمایا تو اسے لگا اس کی محنت وصول ہو گئی اور آج وہ پنجاب یونیورسٹی سے انگریزی ادب میں ماسٹرز کر رہی تھی۔ گہرا سانس لے کر اس نے کپ گملے کے پاس رکھ دیا اور دائیں طرف بنے پورشن کو دیکھنے لگی۔ تب ہی گیٹ سے کوئی اندر داخل ہوا۔ اس کی نظریں آنے والے پر جم سی گئیں۔ اس نے بھی اسے دیکھ لیا تھا۔ لیکن اسے حیرت تب ہوئی جب وہ اندر جانے کے بجائے اس کی طرف بڑھنے لگا۔ وہ خوامخواہ کنفیوز ہونے لگی۔

"ہیلو۔" برستی بارش میں وہ بھاگ کر اس کی طرف آیا تھا لیکن پھر بھی کافی گیلا ہو گیا تھا۔ کپڑے جھاڑ کر وہ اس سے کچھ فاصلے پر بیٹھ گیا۔

"تم کب آئیں؟"

"کافی دن ہو گئے ہیں۔" اس کی نظریں اس کے گیلے بوٹوں پر تھیں۔

"اچھا۔ مجھے پتا ہی نہیں چلا۔" وہ شاید حیران ہوا تھا یا

اسے ہی لگا تھا۔

"میں دو تین بار آئی تھی لیکن آپ گھر پر نہیں تھے۔"

"ہاں نئی نئی جاب ہے' اس لیے زیادہ بزی ہوں۔" اس کے کہنے پر وہ سر ہلا کر اپنے قریب رکھے گملے کو دیکھنے لگی۔ مسلسل خاموشی پر اس نے نظریں گھما کر عادل کو دیکھا اور اسے اپنی طرف دیکھتا پا کر اس کا دل خوشگوار انداز میں دھڑکنے لگا۔

"یونیورسٹی کیسی جا رہی ہے؟" وہ چونک سی گئی۔

"جی ٹھیک۔" بڑی دقت سے اس کے منہ سے نکلا۔

"سچ ایمن! مجھے بہت خوشی ہے کہ تم ایم اے کر رہی ہو اور میں انتظار کر رہا ہوں کہ تم ماسٹرز کہلانے لگو۔" وہ مسکراتے ہوئے کہہ رہا تھا اور وہ مسکرا بھی نہیں سکی۔ اس کے سیل فون کی بپ بجی تو وہ کھڑا ہو گیا۔

"امی سمجھ رہی ہیں' میں ابھی تک پہنچا نہیں۔ تم بھی چلو' کھانا اکٹھے کھاتے ہیں۔" اس نے سر اٹھا کر عادل کو دیکھا اور اس کے ساتھ چل پڑی اور جو فیصلہ وہ اتنے دن سے نہیں کر پا رہی تھی وہ عادل کے منہ سے نکلنے والے دو جملوں نے کروا دیا تھا۔ واپسی پر وہ اپنا سامان پیک کر رہی تھی۔

✡ ✡ ✡

کمرے میں داخل ہوتے ہی ان کا دل چاہا اپنا سر پیٹ لیں۔ انہوں نے غصے سے ان دونوں کو دیکھا جو بیڈ کے بجائے کارپٹ پر اوندھے منہ لیٹے تھے۔ صوفوں کے سارے کشن' تکیے و چادریں' پیپسی کے ٹن چاکلیٹ کے ریپر' سی ڈیز' ریموٹ یہ سب سامان ان کے گرد بکھرا تھا۔ انہوں نے سپلٹ کے ساتھ پنکھا بھی بند کر دیا اور خود صوفے پر بیٹھ کر ان کے اٹھنے کا انتظار کرنے لگیں اور وہی ہوا۔ کچھ دیر بعد وہ کروٹ پر کروٹ بدل رہے تھے۔ سب سے پہلے عون کی نظر ان پر پڑی تھی تو وہ سٹپٹا کر اٹھ بیٹھا۔ ساتھ ہی مون کا کندھا بھی زور سے ہلایا۔ اس نے غصے سے ایک نظر عون دیکھا جو آنکھ سے اشارہ کر رہا تھا۔ وہ اس کے اشارے کی سمت دیکھنے لگا اور شبانہ پر نظر پڑتے ہی سیدھا ہو گیا۔

"صبح بخیر بھابھی ماں!" اس کا کہنا غضب ہو گیا۔

"برخوردار! یہ صبح نہیں دوپہر کا ایک بج رہا ہے حد ہوتی ہے کسی چیز کی ساری ساری رات جاگتے رہتے ہو اور سارا سارا دن سوئے رہتے ہو انسانوں والی کوئی ایک صفت بھی تم دونوں میں نہیں پائی جاتی ایک ہفتے سے اس کمرے کی صفائی نہیں ہوئی حشر دیکھو کمرے کا۔" ان کے انداز پر وہ دونوں نظریں گھما کر کمرے کا جائزہ لینے لگے۔

"وہ رضیہ کب سے انتظار میں بیٹھی ہے' دروازہ کھلے تو وہ صاف کرے' وہ نوکر لگی ہے تمہاری۔"

"تنخواہ لیتی تو ہے۔" عون فوراً بولا پھر ان کی گھوری دیکھ کر چپ کر گیا۔

"اور عون! تم کیا مون کے کمرے میں شفٹ ہو گئے ہو۔ اپنے کمرے میں کیوں نہیں سوتے۔ اپنے ساتھ ساتھ اسے بھی بگاڑ کر رکھ دیا ہے۔" اس الزام پر تو وہ تڑپ ہی اٹھا۔

"اتنے بھی بھولے نہیں آپ کے دیور محترم! سات لوگوں کو بگاڑ کر بیٹھنے والوں میں سے ہیں۔" عون نے غصے سے معصوم بنے مون کو دیکھا۔

"بہر حال اس وقت میں کچھ اور بات کرنے آئی ہوں۔ انیکسی میں نے کرائے پر دے دی ہے' سنو۔" ان دونوں کو منہ کھولتا دیکھ انہوں نے فوراً ہاتھ اٹھا کر انہیں بولنے سے روکا۔ "اور یہاں کوئی بدتمیزی نہیں ہو گی کیونکہ وہ دونوں لڑکیاں ہیں۔ انہیں مجبوری تھی۔ میں جانتی ہوں تم دونوں شرارت سے باز نہیں آسکتے لیکن امید کرتی ہوں کہ شرارت اور بدتمیزی کے فرق کا تم دونوں کو علم ہو گا۔ وہ لڑکیاں ہمارے گھر میں رہیں گی' اس لیے ہماری بھی عزت ہوں گی۔" بات مکمل کر کے وہ کھڑی ہو گئیں اور دزدیدہ نظروں سے دونوں کے چہرے دیکھے۔ عون کا پھولا ہوا چہرہ بتا رہا تھا اسے یہ سب پسند نہیں آیا جبکہ مون کے چہرے سے کسی قسم کا اندازہ لگانا مشکل تھا۔

"اور وہ ٹونی رات کو آیا تھا' کہاں گیا؟"

"وہ چلے گئے۔" عون نے نروٹھے پن سے جواب دیا تو وہ سر ہلاتی باہر نکل گئیں۔ مون واش روم میں گھس گیا جب وہ باہر نکلا' عون صوفے پر تنے ہوئے چہرے کے ساتھ بیٹھا تھا۔

"تمہیں کیا ہوا؟"

"آپ کو نہیں پتا۔ آپ نے ماما کو منع کیوں نہیں کیا؟"

"روک سکتا تھا اگر وہ لڑکیاں نہ ہوتیں اور پھر تم خود سوچو لڑکیاں اگر خوب صورت ہوئیں تو...!" ڈریسنگ ٹیبل کے شیشے میں سے اس نے مسکراتی نظروں سے عون کو

UrduPhoto.com

دیکھا ہوا سے دیکھ کر اب مسکرا رہا تھا۔

☆ ☆ ☆

جائے نماز سمیٹ کر وہ بستر پر بیٹھ کر غزل کا انتظار کرنے لگی جو کب سے باتھ روم میں گھسی ہوئی تھی۔ انہیں یہاں آئے تین ہفتے ہونے والے تھے اور جو اندیشے اسے یہاں آنے پر لاحق تھے وہ ختم نہیں ہوئے تھے پر کم ضرور ہو گئے تھے۔ شبانہ آپی جن کے کرایہ کم مانگنے پر اس نے بھی شک کا اظہار کیا تھا۔ ان تین ہفتوں میں ان سے چار پانچ ملاقاتوں میں وہ اپنی اس سوچ پر بارہا شرمندہ ہوئی تھی۔

"ضروری تو نہیں ہر کوئی مطلب پرست ہو۔" ان کو دیکھ کر وہ ہر بار یہی سوچا کرتی تھی اور وہ دونوں لڑکے جن سے پہلی بار یہاں ملی تھی۔ وہ واقعی چچا بھتیجا تھے' یہ اور بات ہے کہ ان کے مابین صرف تین سال کا فرق تھا۔ چچا کا نام مون تھا جو ایم بی اے کرنے کے بعد ابھی تک فارغ تھے اور بھتیجے کا نام عون تھا جو ایم بی اے کے رزلٹ کے انتظار میں فارغ تھا۔ شبانہ آپی کے شوہر کا نام شعیب غنی تھا جو اس گھرانے کے سرپرست تھے۔ یہ سب معلومات اسے غزل سے ملی تھیں اور یہاں بھی غزل اپنی خوبی کی وجہ سے ہر دل عزیز ہو چکی تھی۔ نہ صرف شبانہ آپی سے بالکل مون اور عون سے بھی اس کی اچھی خاصی دوستی تھی۔ جبکہ وہ ان دونوں سے ابھی تک ملی نہیں تھی اور ملنا چاہتی بھی نہیں تھی۔

"کاش یہ ایک سال پلک جھپکتے گزر جائے۔" اس نے سر اٹھا کر ایک انہونی سی خواہش کی۔ تب ہی دروازے پر ہونے والی دستک پر چونک کر سیدھی ہوئی۔

"کون ہو سکتا ہے؟" وہ حیران ہوئی اور شبانہ آپی کو سوچتی ہوئی دروازے کی طرف بڑھی لیکن سامنے کھڑی ہستی کو دیکھ کر وہ دھک سے رہ گئی۔ سامنے کھڑا شخص اسے دیکھ کر کافی حیران ہوا پھر مسکرا کر اس نے اپنے پیچھے دیکھا اور پھر جو چہرہ اس کے پیچھے نمودار ہوا اسے دیکھ کر اس کی حیرت بالکل [illegible]

"[illegible] آپ [illegible] سامنے کھڑی ہیں۔" مون ایک دم مسکراتے ہوئے اس کے مقابل [illegible] نے [illegible] سے [illegible] ہوا تھا۔

"ارے تم دونوں؟" اچانک غزل کی آواز پر اس نے سکون کا سانس لے کر پیچھے دیکھا۔

"تو یہ ہیں تمہاری فرینڈ۔"

"ہاں یہی ہے۔" عون کے پوچھنے پر غزل نے مسکرا کر اسے دیکھا۔

"تم آج باہر نہیں آئیں تو ہم تمہارا پتا کرنے چلے آئے۔" مون کے کہنے پر اس کی نظر غیر ارادی طور پر ان کی طرف اٹھی۔ وہ دونوں چہرے پر شرارت لیے اس کی طرف متوجہ تھے۔ وہ مزید کسی پر نظر ڈالے بغیر دوسرے کمرے کی طرف بڑھنے لگی۔

"لگتا ہے تمہاری دوست کو ہمارا یہاں آنا پسند نہیں آیا۔"

"ٹھیک سمجھے ہو۔" مون کے کہنے پر غزل اپنے ازلی منہ پھٹ انداز میں بولی۔

"اجنبیوں سے اور خاص طور پر لڑکوں سے بالکل بھی مخاطب نہیں ہوتی اور پہلی ملاقات میں جو امپریشن تم دونوں اسے دے چکے ہو' اچھا خاصا چڑتی ہے وہ تم لوگوں سے۔"

"اچھا۔" کمرے میں داخل ہوتے سے دروازہ بند کرنے تک اس نے غزل کی بات اور مون کی "اچھا" کو بہت اچھی طرح سنا تھا۔

☆ ☆ ☆

"ہو گئی آپ کی صبح؟" عون نے اندر داخل ہوتے نوفی کو مسکراہٹ سے نوازا تو وہ بھی مسکراتا ہوا اس کے قریب کرسی پر بیٹھ گیا۔

"چائے؟" عون کے پوچھنے پر وہ سر اثبات میں ہلا کر اپنی پیشانی مسلنے لگا۔

"مون ابھی اٹھا نہیں۔"

"ابھی صبح کے سات بج رہے ہیں اور چاچو کی صبح بارہ بجے سے پہلے نہیں ہوتی۔"

"اور بھابھی؟"

"وہ بھی سو رہی ہیں۔" عون کے کپ کھنکانے پر وہ کپ اٹھا کر ٹیرس پر نکل آیا۔

"رات تو آپ کافی ٹن لگ رہے تھے۔ آتے ہی سو گئے۔ بائے دا وے یہ کام کب سے شروع کیا ہے؟" نوفی نے شرمندہ ہو کر کپ ہونٹوں سے لگا لیا۔

UrduPhoto

"بس یار! کل میرے کولیگ کے گھر پارٹی تھی اس نے زبردستی چلا دی اسی لیے تو گھر نہیں گیا۔ شعیب بھائی بھابھی یا مون میں سے کسی کو پتا تو نہیں چلا؟" اس کی تشویش محسوس کرکے عون نے نفی میں سر ہلایا تو وہ مسکرا کر واپس چائے پینے لگا جبکہ عون ابرو اچکا کر رہ گیا۔

"یہ لڑکی کون ہے؟" ٹونی کی حیران آواز پر عون نے توس کو جام لگاتے ہوئے اس کا چہرہ دیکھا۔

"غزل ہوگی۔"

"اوں ہوں۔ غزل کا رنگ کافی گورا ہے یہ تو گولڈن بیوٹی ہے۔"

"اچھا ایمن ہوگی۔"

"یہ کون ہے؟" عون نے مڑ کر ٹونی کی طرف دیکھا اور وہ بھی ٹیرس پر چلا آیا۔ جہاں ایمن اپنے گھنے بالوں کو چوٹی میں باندھے بڑے انہماک سے نوٹس پڑھنے میں مگن تھی۔

"غزل کی دوست ہے۔" اس کا لہجہ سرسری تھا۔

"بیوٹی فل۔" عون نے اب غور سے ٹونی کو دیکھا جو کافی انہماک سے نیچے دیکھ رہا تھا۔

"وہ آپ کے ٹائپ کی نہیں۔" اب ٹونی نے چونک کر اسے دیکھا اور مسکرا کر خالی کپ اس کی طرف بڑھایا۔

"تم یہ پکڑو۔ میں غزل سے ہیلو ہائے کر آؤں۔" اس کے جانے کے بعد عون نے دوبارہ نیچے دیکھا جہاں غزل اپنے شولڈر کٹ بالوں میں تیزی سے برش چلاتی ہوئی ایمن سے کچھ کہہ رہی تھی۔

"ہیلو طلعت صاحب۔" غزل کی شوخ آواز پر اپنی طرف بڑھتا اس کا ہاتھ ایک پل کے لیے رکا۔ اس نے ترچھی نظروں سے آنے والے کو دیکھا جو دوستانہ مسکراہٹ لیے غزل کی طرف متوجہ تھا۔

"ایک اور نمونہ۔" وہ ناگواری سے منہ میں بڑبڑا کر رہ گئی۔

"غزل! آپ نے ہمارا ان سے تعارف تو کروایا ہی نہیں۔"

"اوکے۔ یہ میری فرینڈ ایمن ہے اور یہ مون کے فرینڈ طلعت عرف ٹونی ہیں۔ آئی اسپیشلسٹ۔ اس لیے ان کی آنکھیں کافی تیز ہیں۔" آخری جملے پر غزل نے قہقہہ لگایا۔ جبکہ وہ کوفت محسوس کرتے ہوئے مسکرا دی۔

"آنکھیں ضرور ہیں لیکن جو لوگ ہمیں اچھے لگتے ہیں انہیں ہم پلکوں پر بٹھاتے ہیں۔" ایمن نے نظریں اٹھا کر اسے دیکھا تو وہ اسے ہی دیکھ رہا تھا۔

"چلیں دیر ہو رہی ہے۔" غزل سے کہہ کر خود اس نے قدم باہر کی طرف بڑھا دیے۔

☆ ☆ ☆

صبح جس ٹیسٹ کو لے کر وہ پریشان تھی واپسی پر بھی اس کی وجہ سے موڈ آف تھا۔ جبکہ ٹیسٹ غزل کا بھی اچھا نہیں ہوا تھا لیکن اس کے برعکس وہ مطمئن تھی۔

"شاید اطمینان میری قسمت میں ہی نہیں۔" سارا راستہ وہ اس بارے میں ہی سوچتی رہی۔ گیٹ کے اندر داخل ہوتے ہی اس کی بیزاری مزید سوا ہوگئی مون روز کے جینز اور ٹی شرٹ کے حلیے کے برعکس کافی فارمل قسم کی تیاری میں تھا۔

"واہ بھئی۔ آج تو کافی ہینڈسم لگ رہے ہو۔" غزل کی چہکتی ہوئی آواز پر مختار علی کو تنگ کرتا مون سیدھا ہوا اور اس پر نظر پڑتے ہی وہ اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ آگئی ایمن نے ناگواری سے منہ دوسری طرف پھیر لیا۔

"میں تو شروع سے ہی ہینڈسم ہوں۔" وہ اب غزل کے سامنے کھڑا ہو گیا تھا۔

"اسی لیے تو کافی کا لفظ استعمال کیا ہے۔" وہ قہقہہ لگا کر ہنس پڑا۔

"اب اصولاً مجھے بھی تمہاری تعریف کرنا چاہیے۔"

"ضرور۔" غزل مسکرا کر اسے دیکھنے لگی۔

"تم بھی ہمیشہ کی طرح کسی شاعر کی سریلی غزل لگ رہی ہو۔"

"اوہ۔" غزل نے اپنا مخصوص کھنکتا ہوا قہقہہ لگایا۔ غزل کی تو ہمیشہ سے ایسی ہی عادت تھی لیکن آج ایمن کو اس کی یہ عادت زہر لگ رہی تھی۔ گاڑی اس نے گیٹ کے بالکل قریب کھڑی کی ہوئی تھی اور نکلنے کا جو تھوڑا بہت راستہ تھا۔ اس کے آگے وہ خود پھیل کر کھڑا تھا۔

"اور بھئی ایمی! تمہارے مزاج کیسے ہیں؟" ایمن کے تلووں پر لگی سر پر بجھی ایک تو پہلی بار کسی نے اس کا نام بگاڑا تھا۔ دوسرے اس کا انداز جو بے تکلفی لیے ہوئے تھا وہ اسے جلانے کو کافی تھا۔

"مائنڈ یور لینگویج میرا نام ایمن ہے۔" وہ شعلہ بار نظروں سے اسے دیکھنے لگی جو کافی محظوظ نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا جیسے یہی چاہتا ہو۔

"چہ چہ دیکھو۔ جل جل کر رنگ کیسا سانولا ہو گیا ہے لگتا نہیں غزل کی دوستی کا تم پر کوئی اثر ہوا ہے۔" ایمن نے غصیلی نظروں سے غزل کو دیکھا جو مسلسل ہنس رہی تھی۔

"راستہ دیں۔"

"کہاں تک آنے کا؟" اس نے حیران ہو کر اپنے دل کی طرف اشارہ کیا۔ ایمن کا بس نہیں چل رہا تھا' اس کی گردن مروڑ دے اس نے سارا غصہ ہاتھ میں پکڑی فائل پر نکالا۔ مون نے مسکراتی نظروں سے فائل کو مروڑتی سرخ چہرہ لیے کھڑی ایمن کو دیکھا اور پیچھے ہٹ گیا۔ وہ تیزی سے وہاں سے نکلی تھی۔

☼ ☼ ☼

غیر مانوس سی آواز پر اس نے کوفت سے آنکھیں کھولیں۔ غزل کا سیل فون بج رہا تھا۔ اس نے خوابیدہ آنکھوں سے کمرے میں غزل کو تلاش کرنا چاہا' اس کی غیر موجودگی محسوس کر کے وہ اٹھ کر بیٹھ گئی۔ واش روم سے باہر نکل کر اس نے گھڑی کو دیکھا جہاں شام کے پانچ بج رہے تھے۔ وہ کچن میں جانے والی تھی جب موبائل پھر بج اٹھا۔ اسکرین پر عرفان کا نام چمک رہا تھا۔ وہ کچھ دیر ایسے ہی کھڑی رہی جب فون خاموش نہیں ہوا تو وہ دروازہ کھول کر باہر نکل آئی۔ باہر ایک طوفان مچا تھا۔ مون' عون اور ٹونی کرکٹ کے نام پر شور و غل مچا رہے تھے۔ اس پر نظر پڑتے ہی وہ تینوں ایک ساتھ خاموش ہوئے۔ وہ جو انہیں نظر انداز کرتی ہوئی غزل کی طرف بڑھ رہی تھی کنفیوز ہونے لگی۔

فون غزل کو پکڑا کر وہ بمشکل چھ قدم چلی تھی کہ ربڑ کی گیند اس کا بازو شل کر گئی۔ اس کے منہ سے بے اختیار سسکی نکلی۔ اس نے دانتوں تلے ہونٹ دبا کر خود پر قابو پانے کی کوشش کی۔

"آئم سوری ویری سوری۔" ٹونی بیٹ ہاتھ میں لیے پریشانی سے اس کی طرف بھاگا' اس کے پیچھے باقی سب بھی آ گئے تھے۔

"میرا ارادہ آپ کو مارنے کا نہیں تھا۔" ٹونی کی شرمندہ سی آواز پر اس نے آنسوؤں سے لبریز نظریں اٹھائیں۔

"اس کا ارادہ بس سکس لگانے کا تھا۔"

"اور سکس ہو گیا۔" مون کے کہنے پر عون بولا اور اس کے بعد دونوں کے قہقہوں پر اس نے ہونٹ بھینچ لیے۔

"دکھائیں بازو۔" ٹونی نے اس کا بازو پکڑنا چاہا تو وہ تیزی سے پیچھے ہٹی۔

"ٹھیک ہوں میں۔" بڑی مشکل سے اس نے یہ تین لفظ ادا کیے ورنہ دل تو کھری کھری سنانے کو چاہ رہا تھا۔ وہاں تو وہ بہادری کا مظاہرہ کر کے آ گئی تھی لیکن اندر آتے ہی اس نے بے تحاشا سرخ ہوتے بازو کو دیکھا اور رونا شروع کر دیا' مارے تکلیف کے دیر تک آنسو بہاتی رہی۔

☼ ☼ ☼

رات کو دیر سے سوئی تھی اس وجہ سے صبح آنکھ نہیں کھلی۔ دس بجے اس کی آنکھ کھلی تو غزل جا چکی تھی۔ کچھ دیر وہ کسلمندی سے لیٹی رہی پھر نہا کر کچن کا رخ کیا۔ وہ بریانی کو دم دے کر نکلی ہی تھی کہ غزل اندر داخل ہوئی۔

"آج بڑی جلدی نکلیں۔"

"ہاں تم نہیں گئیں تو کلاس لینے کو دل نہیں چاہا۔" ایمن مسکراتی ہوئی اپنے استری شدہ کپڑے سمیٹنے لگی۔

"یہ کس نے دیا ہے؟" ایمن نے شرارت سے غزل کے ہاتھ میں تھامے سرخ گلابوں کے بکے کو دیکھا تو وہ کھلکھلا کر ہنس پڑی۔

"اپنی ایسی قسمت کہاں' یہ تمہارے لیے کسی نے دیا ہے۔"

"میرے لیے کس نے؟" اس نے حیرانی سے پوچھا۔

"وہ آج ٹونی آیا تھا یونیورسٹی تم سے ملنے' کہہ رہا تھا کہ اس کی وجہ سے تمہیں چوٹ لگی تھی۔ گھر میں تم ملتی نہیں ہو' اس لیے وہ عیادت کے لیے یہاں آ گیا۔" غزل کے شرارتی لہجے پر کچھ پل تو وہ خاموشی سے ان پھولوں کے ساتھ لگے گیٹ ویل سون کے کارڈ کو دیکھتی رہی۔ اگلے ہی پل اس نے پڑھے بغیر اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیے۔ غزل بغیر کسی ردعمل کے اسے دیکھتی رہی۔

"اگر وہ یہ پھول مجھے دیتا تو میں اس کے منہ پر دے مارتی۔"

"وجہ؟" غزل کے سوال پر وہ غصے اور ناسمجھی سے اسے

دیکھنے لگی۔
"مجھے یہ سب پسند نہیں۔"
"کیا پسند نہیں' اس میں غلط کیا ہے۔" اس نے بڑے مہذب طریقے سے تم سے سوری کیا ہے۔ مجھے تو اس میں کوئی بدتمیزی نظر نہیں آتی۔" وہ خاموش رہی۔
"مون اور عون سے تمہاری چڑ کی وجہ سمجھ میں آتی ہے۔ کیونکہ تم فرسٹ امپریشن از لاسٹ امپریشن والی بات پر اکتفا کر کے بیٹھ چکی ہو' حالانکہ چھ ماہ تو ہو چکے ہیں ہمیں یہاں آئے۔ مجھ سے تو انہوں نے کبھی بدتمیزی نہیں کی ہاں دونوں شرارتی ضرور ہیں اور یہ نونی' یہ تو بالکل ان سے مختلف ہے۔ بلکہ کافی مہذب انسان ہے۔"
"مجھے ان کی کوالٹیز سے کچھ لینا دینا نہیں۔ تم نے دیکھا نہیں ان دونوں کو' بغیر کسی وجہ کے مجھے چڑاتے رہتے ہیں۔"
"وہ دونوں تمہیں اس لیے چڑاتے ہیں کیونکہ تم چڑتی ہو۔ تم خود سڑا ہوا موڈ بنا کر انہیں تنگ کرنے کا موقع فراہم کرتی ہو۔ میرا بی ہیویئر ان کے ساتھ فرینڈلی ہے' وہ دونوں میرے ساتھ تو نارمل بی ہیو کرتے ہیں۔ تم اس طرح بی ہیو کرتی ہو تو لگتا ہے خود کو نمایاں کرنے کی کوشش کر رہی ہو۔" غزل کے الزام پر اس کی پیشانی پر بل نمودار ہونے لگے۔ غزل اس کا چہرہ دیکھ کر مسکرانے لگی۔ "یہ میں جانتی ہوں تم بائے نیچر ریزرو ہی ہو اور تم جس ماحول کا حصہ ہو وہاں لڑکے لڑکیوں کا یوں آزادانہ بات کرنا معیوب سمجھا جاتا ہے۔ لیکن یہ تینوں جس کلاس سے تعلق رکھتے ہیں وہاں لڑکے لڑکیوں کی دوستی کو برا نہیں سمجھا جاتا ایسے میں تمہارا یوں دور دور کھنچا کھنچا رہنا ان تینوں کو تمہاری طرف کھینچتا ہے۔" غزل کہہ کر خود واش روم میں گھس گئی جبکہ وہ کھڑکی سے بکھرے ہوئے پھولوں کو گھورنے لگی۔

☼ ☼ ☼

نوٹس پڑھنے کے ساتھ ساتھ اس کی واک بھی جاری تھی۔ لیکن ٹھنڈی ہوا کے جھونکے بار بار اس کی توجہ بھٹکا رہے تھے۔ آخر کار اس نے نوٹس بند کر دیے۔ آج غزل اپنے گھر گئی تھی اور ابھی کچھ دیر پہلے شاید آپی بھی باہر گئی تھیں۔ شام کے سائے پھیل چکے تھے۔ آج کسی نے لائٹیں بھی آن نہیں کی تھیں۔ اندھیرے اور سناٹے سے ہی اس کی جان جاتی تھی۔ اب بھی تنہائی کے احساس نے ماحول کی خوب صورتی کو پل میں غائب کر دیا۔ وہ انیکسی میں جانے کے بجائے لان میں پڑی کرسی پر بیٹھ کر غزل کا انتظار کرنے لگی۔ تب ہی دروازہ کھلنے کی آواز پر اس نے بے ساختہ مڑ کر دیکھا مون انگلی میں کی چین گھماتا ہوا باہر نکلا تھا۔ اس کا ارادہ شاید باہر جانے کا تھا اچانک اس کی نظر ایمن پر پڑی تو ایمن نے جلدی سے گردن گھما کر نوٹس پکڑ لیے۔
"ہائے ایمی!" وہ اس کے قریب آ کر زور سے بولا تو وہ جو خود کو بے نیاز ظاہر کر رہی تھی' اپنی جگہ اچھل پڑی۔ بے انتہا غصہ آنے کے باوجود وہ خاموش رہی۔ وہ اپنا غصہ ظاہر کر کے اسے مزید کوئی موقع دینا نہیں چاہتی تھی۔ اسے یونہی خاموش بیٹھا دیکھ کر وہ اس کے سامنے والی کرسی پر بیٹھ گیا تو وہ جی بھر کر بدمزہ ہوئی ڈر کے مارے وہ اندر بھی نہیں جا رہی تھی۔
"ایمی! تمہاری طبیعت تو ٹھیک ہے نا؟" مون حیرت سے اسے دیکھ رہا تھا جو نہ تو آج اسے غصے سے گھور رہی تھی جبکہ اپنا نام بگاڑنے پر بھی خاموش تھی۔
"لگتا ہے' تم نے انیکسی والا بھوت دیکھ لیا ہے۔ جو تمہاری بولتی بند ہو گئی ہے۔" اور وہ جو خود کو لاپروا ظاہر کر رہی تھی' بھوت کے نام پر وہ چونک گئی۔ اور وہ جو کافی غور سے اسے دیکھ رہا تھا اس کے چونکنے پر کھل کر مسکرا دیا۔
"یہاں انیکسی میں ایک بھوت رہتا ہے۔ یہ انیکسی کافی عرصے سے بند تھی جانتی ہو کیوں؟" اس کی آواز سرگوشی میں بدلی تو ایمن کی نظریں بے اختیار اس کے چہرے پر ٹک گئیں۔ "ایکچوئلی اس انیکسی میں جو بھوت رہتا ہے اسے خوب صورت لڑکیوں سے بڑی محبت ہے۔ اسی لیے تو بھابھی نے اتنے کم پیسوں میں تم دونوں کو یہ انیکسی دے دی۔" خوف کے مارے وہ رونے والی ہو گئی۔ ابھی وہ ٹھیک طرح سے اپنے تیزی سے دھڑکتے دل کو سنبھال بھی نہیں پائی تھی کہ ایک مردہ چوہا اس کی آنکھوں کے سامنے لہرایا جس کی دم کو چٹکی سے تھاما گیا تھا۔ اس کے منہ سے زوردار چیخ نکلی۔ اس کے بدحواسی سے اٹھنے پر کرسی پیچھے الٹ گئی تھی۔
"ارے ایمن! دیکھو تو کتنا خوب صورت ہے۔" عون وہ مردہ چوہا اٹھائے اس کی طرف بڑھنے لگا۔
"عون بیٹا! ایسے کیا دکھا رہے ہو' ایمی کے ہاتھ میں پکڑا دو۔" مون کے کہتے ہی وہ تیزی سے اس کی طرف بڑھا

☆ ☆ ☆

تار پر دوپٹہ پھیلانے کے بعد جونہی وہ ٹوکری اٹھانے کے لیے مڑی اس کی نظر اپنی طرف آتے عون پر پڑی۔ اس کے چہرے کے نقوش تن سے گئے۔ وہ بالکل اس کے سامنے آ کر کھڑا ہو گیا تو اس نے ٹوکری اٹھا کر وہاں سے نکلنا چاہا۔

"پلیز ایمن! آئی ایم سوری۔" اس کا لہجہ اتنا شرمسار تھا کہ وہ رک کر اس کا چہرہ دیکھنے لگی۔

"میں واقعی بہت شرمندہ ہوں۔ مجھے ایک پرسینٹ بھی اندازہ ہوتا کہ تم اتنا ڈر جاؤ گی تو میں کبھی بھی ایسی حرکت نہ کرتا۔"

"اتنا سے آپ کی کیا مراد ہے؟ مقصد تو آپ کا ڈرانا ہی تھا نا۔ آپ اور آپ کے چاچو' آپ لوگوں کو سوائے دوسروں کو تنگ کرنے کے اور آتا ہی کیا ہے اور میری سمجھ میں نہیں آ رہا میں نے آپ لوگوں کا بگاڑا کیا ہے۔ یہاں رہنا میری مجبوری ہے اور آپ لوگ اس مجبوری کا فائدہ اٹھا رہے ہیں۔" اس دن کی شرمندگی ابھی وہ بھولی نہیں تھی' اس لیے انداز میں خود بخود درشتی آ گئی تھی۔

"ایسی بات نہیں ایمن! ہم نے صرف مذاق....." پھر اس کے غصیلے تاثرات دیکھ کر رک گیا۔ "میں ایک بار پھر تم سے ایکسکیوز کر لیتا ہوں۔ آئندہ ایسا نہیں ہو گا آئی پرامس۔" وہ کوئی جواب دیے بغیر کپڑے تار پر پھیلانے لگی تو وہ کچھ دیر اسے دیکھتا رہا پھر واپس مڑ گیا۔ ایمن نے مڑ کر اسے دیکھا اور بے ساختہ آواز دے ڈالی۔

"ایک بات پوچھوں آپ سے۔ سچ بتائیں گے؟" ایمن کے سوال پر وہ حیرت سے سر ہلا کر رہ گیا۔

"کیا انیکسی میں واقعی بھوت ہے؟" وہ اپنا خوف ظاہر نہیں کرنا چاہتی تھی پر عون کی مسکراہٹ بتا رہی تھی کہ وہ خوف اس کے چہرے پر نمودار ہو چکا ہے۔

"ابھی چونکہ میں تم سے وعدہ کر چکا ہوں' دوسرا تم اچھی لڑکی ہو۔ اس لیے سچ بتا رہا ہوں ورنہ یہ سیکرٹ ہم اوپن نہیں کرتے۔ وہاں کوئی بھوت نہیں۔" ایمن نے بے ساختہ گہرا سانس لیا پھر چونک کر اسے دیکھا۔

"لیکن اس دن وہاں کوئی تھا۔" اب وہ قہقہہ لگا کر ہنس [illegible]

"وہ چاچو تھے۔" اور وہ ناگواری سے منہ میں بڑبڑا کر رہ

تو وہ اسی طرح چیختی ہوئی انیکسی کی طرف بھاگی۔ دروازہ بند کر کے وہ گہرے گہرے سانس لینے لگی۔ کتنی دیر گزر گئی جب کوئی آواز نہ آئی تو اس نے ڈرتے ڈرتے ذرا سا دروازہ کھولا وہاں کوئی نہیں تھا۔ اس نے گردن باہر نکال کر جھانکا۔ سارا لان ویران پڑا تھا۔ ابھی وہ مڑی ہی تھی جب کسی نے اس کا ہاتھ تھاما۔ ایک چیخ کے ساتھ وہ واپس مڑی اور مڑتے ہی اس کی سانسیں جیسے رک سی گئیں۔ انتہائی مکروہ چہرہ اس کے قریب تھا آنکھیں بند کیے وہ چیخنے لگی تھی یہاں تک کہ اس کے ہاتھ پر وہ گرفت ختم ہو گئی۔

"ایمن! کیا ہوا؟" اپنے قریب شبانہ آپی کی گھبرائی ہوئی آواز پر اس نے آنکھیں کھول دیں اور اگلے ہی پل اسے اپنی آنکھیں کھولنے پر افسوس ہونے لگا۔ شعیب بھائی کے ساتھ ٹونی اور غزل بھی کھڑے تھے۔

"تم چیخ کیوں رہی تھیں؟" غزل کے پوچھنے پر اس نے لان کی طرف دیکھا سارا لان خالی تھا۔

"پتا نہیں مون اور عون کہاں چلے گئے بچی اکیلی گھر پر تھی۔" شعیب بھائی کے فکر مند انداز پر اس نے ان کا کارنامہ انہیں بتانا چاہا۔

"ضروری کام سے گئے ہوں گے ورنہ وہ خود کافی ذمہ دار ہیں۔" شبانہ آپی کی پریقین آواز پر وہ چپ کی چپ رہ گئی۔

"میرا خیال ہے ایمن ڈر گئی ہے۔" ٹونی کے مسکرانے پر اس نے شرمندگی سے سر جھکا لیا۔

"بالکل صحیح کہہ رہے ہو۔ جتنی ڈرپوک یہ ایمن ہے۔ مجھے یقین ہے پاس سے گزرتی بلی بھی اسے شیر دکھائی دی ہو گی۔" غزل کے قہقہے پر اس نے ہونٹ بھینچ لیے۔ غزل کا مذاق اڑانا اسے سخت برا لگا تھا۔ وہ معذرت کر کے اندر کی طرف بڑھ گئی۔

"وہ پہلے ہی پریشان تھی۔ تمہیں اس طرح نہیں کہنا چاہیے تھا' اسے برا لگا ہو گا۔" ٹونی کی آواز پر اس کے قدم خود بخود سست پڑ گئے۔

"پہلی بات تو یہ کہ وہ برا نہیں مانتی کیونکہ اپنی اس خامی سے وہ خود آگاہ ہے۔ دوسرا یوں چھوٹی چھوٹی بات پر ڈر جانا میرے نزدیک بے وقوفی سے کم نہیں۔" [illegible] اپنی دوست کو بے وقوف کہہ رہی ہو۔"

"یہ بات میں اس کے منہ پر بھی کہتی ہوں۔" غزل کی مسکراتی ہوئی آواز [illegible] گئی۔

UrduPhoto.com

گئی۔

☆ ☆ ☆

"اگر تمہاری ونڈو شاپنگ ختم ہو گئی ہو تو ہم کسی دکان میں چل کر کچھ خرید لیں۔" مسلسل چل چل کر وہ اب اکتانے کے ساتھ ساتھ تھکاوٹ بھی محسوس کرنے لگی تھی۔ اسی لیے اسے ساتھ چلتی غزل کو ٹوکنا پڑا۔

"میری کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا کیا لوں۔ اچھا تم بتاؤ شعیب بھائی اور شبانہ آپی کی ویڈنگ اینورسری پر کون سا تحفہ ٹھیک رہے گا؟"

"کیا؟" وہ جھٹکا کھا کر اس کی طرف مڑی اس کے جارحانہ انداز پر غزل کو اس کی طرف متوجہ ہونا پڑا۔

"تم نے کہا تھا یہاں گرم کپڑوں کی سیل لگی ہے میں اس لیے تمہارے ساتھ آئی تھی اور اب یہ تم مجھے کون سی کہانی سنا رہی ہو؟"

"اس میں اتنا غصہ کرنے والی کون سی بات ہے۔ تم خریدو اپنے کپڑے۔ میں نے منع کیا ہے۔" وہ بے نیازی سے کندھے اچکا کر بولی۔ "یہ کہانی میں تمہیں اس لیے سنا رہی ہوں کہ بعد میں تم منہ پھلا کر نہ بیٹھ جاؤ کہ مجھے بتایا نہیں۔ شبانہ آپی دو دفعہ تمہیں انوائٹ کرنے آئی تھیں۔ ایک دفعہ تم سو رہی تھی دوسری بار باتھ روم میں تھیں۔ مجھے تمہیں بتانا یاد نہیں رہا۔ ویسے بھی تمہیں بتانے کا فائدہ کوئی نہیں تھا تم نے کون سا جانا تھا۔" اس کی عادت کو جانتے ہوئے غزل کا اندازہ تو ٹھیک تھا لیکن ایک ہی گھر میں رہتے ہوئے غزل کا جانا اور اس کا نہ جانا پھر شبانہ آپی، ان کا رویہ اتنا اچھا تھا کہ وہ ان کے ساتھ ایسا نہیں کر سکتی تھی۔

بے ساختہ حساب کرنے لگی۔ اگر وہ ان کے لیے اچھا تحفہ لیتی ہے تو وہ کپڑے نہیں لے سکتی۔ اس نے گہرا سانس لے کر اپنی خواہش پر فاتحہ پڑھی۔

"کیا لے رہی ہو؟" غزل کو جینٹس شرٹس والے کاؤنٹر پر دیکھ کر وہ حیران ہوئی۔

"شعیب بھائی کے لیے خرید رہی ہوں۔"

"شبانہ آپی؟"

"ان کے لیے ایک گفٹ کافی ہے، تم ان کے لیے خرید لو۔"

اس کے مشورے پر وہ منہ بناتی ہوئی دوسری طرف نکل گئی اور وہ سیدھی پرفیوم والے کاؤنٹر پر آ گئی۔

کسی کی جانی پہچانی مردانہ آواز پر اس نے حیرت سے دیکھا جہاں ٹونی کھڑا تھا۔

"ہیلو۔" وہ جواب دے کر پرفیوم دیکھنے لگی۔

"اب آپ کی طبیعت کیسی ہے، میرا مطلب ہے آپ اس دن ڈر گئی تھیں۔" اس کی سوالیہ نظریں محسوس کرتے وہ بولا تو وہ شرمندگی سے سر جھکا گئی۔

"تھینکس۔ آپ نے کیک بھجوایا تھا؟"

"اچھا وہ۔" وہ ایک دم مسکرا کر چپ ہو گیا تو وہ دوبارہ شرمندہ ہو گئی اس بات کو تین ماہ تو گزر چکے تھے۔

"شکریہ تو مجھے ادا کرنا چاہیے کہ آپ نے میرے پھول قبول کر لیے۔" ایمن کو بے ساختہ ان پھولوں کا حال یاد آیا۔

"آپ کی طرح مجھے بھی پرفیومز بہت پسند ہیں۔" مسکرا کر رہ گئی۔

"آپ کا فیورٹ پرفیوم کون سا ہے؟" ٹونی کے اچانک پوچھنے پر وہ گڑبڑا کر رہ گئی۔ پرفیومز سے اسے اتنی خاص رغبت نہیں تھی بس جو مل گیا وہ استعمال کر لیتی تھی، اس نے یونہی بے دھیانی میں سامنے پڑا پرفیوم اٹھا لیا۔

"بہت اچھی چوائس ہے آپ کی۔" نام پڑھ کر وہ بے ساختہ بولا۔

"پھر میڈم! پیک کر دوں؟" اسے مسلسل بت بنا دیکھ کر شاپ کیپر نے اکتا کر پوچھا تو اس نے سر ہلا دیا۔ ٹونی کی وجہ سے اس نے قیمت بھی نہیں پوچھی تھی لیکن جب دو ہزار کا بل اس کے سامنے آیا تو اس کا دل چاہا، اپنا سر دیوار پر دے مارے۔ بل دینے کے بعد اس نے بیگ کھنگالا۔ جہاں پانچ سو پچھتر روپے اس کا منہ چڑا رہے تھے اور مہینے کے باقی پندرہ دنوں کا سوچ کر وہ روہانسی ہو کر رہ گئی۔

☆ ☆ ☆

اس نے بڑی بے زاری سے آئینے کے سامنے کھڑی غزل کو دیکھا جس کا آدھے گھنٹے سے میک اپ ہی ختم ہونے کا نام نہیں لے رہا تھا۔

"ایمن! دیکھو، یہ شیڈ ٹھیک رہے گا؟" غزل نے لپ اسٹک کا کوئی چوتھا شیڈ بدلا تھا اور اب منہ کو دائیں بائیں گھما کر اپنا جائزہ لے رہی تھی۔

"غزل! اینورسری شبانہ آپی کی ہے میرا خیال ہے اتنا تو وہ بھی تیار نہیں ہوئی ہوں گی جتنی تمہیں مصیبت پڑی ہے۔" اس نے بیزاری کے ساتھ بولتے بولتے اس کا عکس

جائزہ لیا تو غیر ارادی طور پر اس کے پیچھے جا کھڑی ہوئی۔ آئینے میں اس کا عکس بالکل واضح تھا۔ غزل کے برعکس گرم کپڑوں میں سادہ چہرے کے ساتھ وہ بہت عام لگ رہی تھی۔ وہ سر جھٹک کر کمرے سے باہر نکل آئی۔

"تمہیں دیکھ کر بہت خوشی ہو رہی ہے۔ مجھے امید نہیں تھی ہم تم آؤ گی۔" اسے گلے لگاتے شبانہ آپی بولیں تو وہ جھینپ کر مسکرا دی۔

"لگتا ہے۔ آپ کے مہمان آ گئے ہیں۔" ڈرائنگ روم سے باتوں کی آوازوں پر غزل اندر جھانکنے لگی۔

"مہمان کہاں ٹونی کی فیملی ہے۔ سمجھو اپنی ہی فیملی ہے اور تم دونوں بھی اب ہماری فیملی کا حصہ ہو۔ اس لیے تم لوگوں کا یہاں ہونا ضروری تھا۔ ہر دفعہ عون اور ٹونی ہی یہ فنکشن ارینج کر لیتے ہیں ورنہ مون کا بس چلے تو وہ کبھی یوں سلیبریٹ نہ کرے۔" ان کی بات غور سے سنتی ایمن الجھ کر انہیں دیکھنے لگی جو اب رضیہ کو کوک لانے کو کہہ رہی تھیں۔

"مون ہے کہاں؟" غزل اب جھانکنا بند کر کے کرسی پر بیٹھ چکی تھی۔

"یہ اس کے جناتی قہقہوں سے تمہیں اندازہ نہیں ہو رہا "اندر بیٹھا ہے۔" شبانہ آپی کے مسکرانے پر وہ بھی ہنستے ہوئے سر ہلانے لگی۔ "حرکتیں اب تک بچوں والی ہیں جب برتھ ڈے سلیبریٹ کرنے کی بات کریں تو اچانک اسے لگتا ہے 'وہ بڑا ہو گیا ہے سو باتیں کرتا ہے۔ اب میں اچھا لگوں گا چھ فٹ کا بچہ ہاتھ میں چھری لیے ہیپی برتھ ڈے ٹو یو کے سروں کے ساتھ کیک کاٹتا ہوا۔" شبانہ اس کے لہجے کی نقل اتارتے ہوئے بولیں تو غزل کھلکھلا کر ہنس پڑی۔

"پتا ہے ایمن! کل ہم سب تمہارے ہی بارے میں بات کر رہے تھے۔ تم تو ہماری طرف آتی نہیں ہو تو سب کا یہی خیال تھا ہمارے انوائیٹ کرنے پر بھی تم نہیں آؤ گی۔ صرف غزل تھی جس کا خیال تھا وہ تمہیں لا سکتی ہے اور پتا ہے مون کی اور اس کی شرط بھی لگ گئی تھی اور مجھے بالکل امید نہیں تھی کہ غزل شرط جیت جائے گی۔" وہ ہونوں [illegible] جب بالکل سامنے [illegible]

شعیب بھائی کی آواز پر وہ معذرت کرتے ہوئے ڈرائنگ روم میں چلی گئیں [illegible] دیکھا۔

"یہ کیا بے ہودہ حرکت ہے؟"

"کیا؟" غزل نے حیرت سے اس کے لال بھبھوکا چہرے کو دیکھا۔

"تمہیں شرم آنا چاہیے کیا سمجھ کر تم نے مجھ پر شرط لگائی۔"

"چل یار! دوستوں میں تو یہ سب چلتا رہتا ہے۔" غزل نے مسکراتے ہوئے اس کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھا جسے اس نے جھٹکے سے ہٹا دیا۔

"لیکن تم نے مجھ پر شرط کیوں لگائی اور پھر مجھ سے جھوٹ بولا۔"

"ایمن! اتنا اوور ری ایکٹ کرنے کی ضرورت نہیں۔ اگر تم میں مذاق کرنے کی اور مذاق برداشت کرنے کی صلاحیت نہیں تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ دوسرے بھی اس صلاحیت سے محروم ہیں اگر تمہیں کوئی بات پسند نہیں تو دوسرے تمہاری پسند و ناپسند کا خیال رکھنے کے پابند نہیں۔ اپنی ڈیڑھ اینٹ کی مسجد سے باہر نکلو اور یہ شرط کسی بری نیت سے نہیں لگائی تھی' صرف ایک مذاق تھا۔" غزل کی آواز دھیمی تھی لیکن اس میں سختی نمایاں تھی۔ سب کے اندر داخل ہونے پر وہ خود کو نارمل کرنے کی کوشش کرنے لگی۔ مون کے کیک کاٹنے پر وہ سب ایک بار پھر آپس میں مصروف ہو گئے۔ بالکل گھریلو تقریب تھی ان سب کے درمیان اسے اپنا آپ کافی آکورڈ محسوس ہو رہا تھا۔ اسے ایک بار پھر غزل پر غصہ آنے لگا۔

"وہ جانتی تھی کہ مجھے یہ پسند نہیں اور خاص طور پر یہ شخص تو بالکل نہیں اور اب اس کی برتھ ڈے پر آنا۔ پتا نہیں سب کیا سوچتے ہوں۔" اس نے دزدیدہ نظروں سے طلعت عرف ٹونی کی فیملی کی طرف دیکھا جو وقتاً فوقتاً اس کی طرف دیکھ رہے تھے۔ ان کی نظروں سے اب اسے الجھن ہونے لگی تھی۔ وہ غیر محسوس طریقے سے کچن کے پاس جا کر کھڑی ہو گئی۔

"ایمی!" اپنے بالکل قریب تیز آواز سن کر وہ اچھل پڑی اور ناگواری سے اپنے قریب کھڑے مون کو دیکھا جو شرارتی نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا۔

"تمہارا شکریہ ادا کرنا چاہیے۔ اس لیے نہیں کہ تم آئی ہو کیونکہ جس طرح تم لائی گئی ہو میں جانتا ہوں شکریہ اس لیے کہ تمہارے آنے سے مجھے اپنے اٹھائیس سال کے ہونے کا مزہ آ گیا ہے۔" اس کے لہجے میں بھی شرارت

UrduPhoto.com

نمایاں تھی۔ وہ سخت تاثرات کے ساتھ مسلسل منہ دائیں طرف گھمائے کھڑی رہی۔ "مجھے وش نہیں کرو گی؟" ایمن نے ماتھے پر بل ڈال کر اسے دیکھا۔

"مانا میں خوب صورت ہوں پر شاید تمہیں اپنے ظالم نینوں کی کشش کا اندازہ نہیں۔"

"شٹ اپ۔" وہ تلملا گئی۔

"اچھا چلو وش نہ کرو۔ اپنے ہاتھ سے کیک ہی کھلا دو۔ دیکھو سب نے کھلایا ہے۔" اس کی خواہش پر تو اسے آگ ہی لگ گئی۔ اس نے تیزی سے وہاں سے ہٹنا چاہا لیکن اس کا بازو اس کے راستے میں حائل ہو گیا۔ اس نے کچھ گھبرا کر ڈائنگ روم میں نظر دوڑائی وہاں کوئی نہیں تھا۔ پردے کے اس پار اسے عون کی جھلک دکھائی دی تھی۔

"یہ کیا بدتمیزی ہے؟" اگرچہ وہ کافی گھبرا گئی تھی لیکن اس نے اپنے لہجے کو کمزور پڑنے نہیں دیا اور اس کا بازو جھٹک کر آگے بڑھی۔ لیکن وہ ایک دم اس کے سامنے آ گیا۔ اس سے پہلے وہ کچھ سمجھتی، وہ اچھا خاصا کیک اس کے منہ پر لگا چکا تھا۔ ایک پل کے لیے وہ ہکا بکا رہ گئی۔ اگلے ہی پل اس نے اپنا ہاتھ گال پر پھیر کر اپنی انگلیاں دیکھیں جو کریم سے بھر چکی تھیں اس نے اسی ہکا بکا کیفیت کے ساتھ سامنے دیکھا۔ اس کے یوں دیکھنے پر وہ قہقہہ لگا کر ہنس پڑا۔

"آج سے پہلے کیک اتنا ٹیسٹی کبھی نہیں لگا۔" وہ اپنی انگلیاں چاٹتے ہوئے بولا تو اس کی آنکھیں ڈبڈبا گئیں۔

"ارے۔" عون کی ارے کے بعد اس کا قہقہہ سنائی دیا تو آنسو اس کی آنکھوں سے بہہ نکلے۔

"چاچو! بہت غلط بات ہے۔" عون کے تنبیہی لہجے پر بھی اس نے سر نہیں اٹھایا۔ ٹونی کی آواز پر وہ باہر نکل گیا تو عون ٹشو کا ڈبہ لے کر اس کی طرف آ گیا۔

"ایم سوری ایمن! پلیز، رونا بند کرو، چاچو نے صرف مذاق کیا ہے۔" اس کے یونہی کھڑے رہنے پر اس نے خود ٹشو نکال کر اس کی طرف بڑھایا تو اس نے تیزی سے اپنا منہ صاف کیا۔

"چلو اندر چلتے ہیں۔"

"نہیں۔ میں چلتی ہوں۔"

"کم آن ایمن! چاچو کی عادت ہی ایسی ہے۔ ابھی وہ سحرش اور غزل کے منہ پر بھی کیک لگا کر آ رہے ہیں۔ چلو کی کی تمہیں بلا رہی ہیں۔"

اندر آتے ہی اس کی سب سے پہلی نظر غزل اور سحرش پر ہی گئی تھی جن کے منہ کے علاوہ کپڑوں پر بھی اچھا خاصا کیک لگا تھا۔ لیکن اس کے برعکس انہوں نے مون کے مذاق کو انجوائے کیا تھا۔ اب وہ باری باری سب کے گفٹس کھول رہا تھا اور ایک بار پھر اس کا دل دھڑک اٹھا۔ وہ ہر شخص کے گفٹ پر کوئی نہ کوئی کمنٹس پاس کر رہا تھا اور جب اس کے گفٹ کی باری آئی تو اس کا دل چاہا وہاں سے بھاگ جائے۔

"لیڈیز پرفیوم۔" مون کی حیرت میں بھی شرارت نمایاں تھی۔

"بھئی۔ یہ کس نے مجھ سے اتنا خطرناک مذاق کیا ہے؟" اس کی نظریں خود پر وہ اچھی طرح محسوس کر سکتی تھی۔

"یہ ایمن لائی تھی۔" غزل کی آواز پر اس نے اپنی سانس روک لی۔

"اے..... می۔" اس نے اس کے نام کو اچھا خاصا کھینچ کر حیرت کا اظہار کیا۔

"چاچو! اب آپ شروع مت ہو جانا۔ اسے معلوم نہیں تھا کہ آپ کا برتھ ڈے ہے۔ آپ کی فرینڈ غزل صاحبہ نے ممی کی ویڈنگ اینورسری بتائی تھی اور یہ پرفیوم ممی کے لیے لائی تھی۔" عون کے تفصیل بتانے پر وہ بے ساختہ مشکور نظروں سے اسے دیکھنے لگی پھر اس نے مون کو دیکھا جو حیرت سے عون کو دیکھ رہا تھا۔

"مجھے لگتا ہے بھتیجے! تمہاری طبیعت ٹھیک نہیں۔" وہ دانت پیس کر بولا۔

"ایمن کی چوائس واقعی بہت اچھی ہے۔" ٹونی نے بھی مسکرا کر اسے دیکھا تو مون نے اس کو آنکھیں پھاڑ کر دیکھا۔

"خیریت ہے آج تم دونوں غداری پر اتر آئے ہو؟"

"بس مون!" شعیب بھائی کی تنبیہی آواز پر وہ خاموش ہو گیا۔

"تھینکس، یہ تحفہ مجھے ہمیشہ یاد رہے گا۔" وہ سنجیدگی سے بولا لیکن اس کی آنکھوں کی شرارت وہ محسوس کر سکتی تھی۔ ٹونی کی بہن سحرش اس کے قریب آ کر بیٹھ گئی تو وہ غیر ارادی طور پر الرٹ ہو کر بیٹھ گئی۔ ابھی ابھی اس نے ٹونی کو اشارہ کرتے دیکھا تھا تب ہی وہ اس کے پاس آئی تھی۔

"اور کیا کر رہی ہیں آج کل آپ؟"

"بس یونیورسٹی۔" وہ مسکرا کر بولی۔

"بھائی آپ کا بہت ذکر کرتے ہیں۔" اپنے ہونٹوں پر مچلتے کیوں کو اس نے بڑی مشکل سے ایک مسکراہٹ میں تبدیل کیا تھا۔ وہ اس کے گھر والوں کے متعلق پوچھ رہی تھی۔ تب ہی اس کے بہت قریب گھوڑے کے ہنہنانے کی آواز سنائی دی۔ آواز اتنی اچانک اور تیز تھی کہ وہ گھبرا کر بے ساختہ کھڑی ہو گئی۔ اس کے یوں کھڑے ہونے پر جہاں باقی سب ہنسے تھے وہیں اپنے پیچھے اسے زوردار قہقہہ سنائی دیا تھا۔ خفت سے سرخ پڑتے چہرے کے ساتھ وہ مڑی جہاں مون سیل فون پکڑے کھڑا تھا۔ اور گھوڑے کی آواز یقیناً "رنگ ٹون" تھی۔ اپنی اس غیر ارادی حرکت پر وہ اچھی خاصی خجل ہوئی تھی۔ آج کا دن ہی شاید برا تھا۔ وہ مسلسل اس شخص کے نشانے پر تھی۔

"مون!" اس کا خفت سے سرخ پڑتا چہرہ دیکھ کر شعیب غنی نے غصے سے اسے پکارا۔

"اب میں نے کیا کیا بھائی جی! فون آیا تھا میرا۔" اس نے حیرت سے سیل فون والا ہاتھ اوپر اٹھایا تو وہ خاموشی سے بیٹھ گئی۔

کچھ دیر بعد وہ ٹیکسی کی طرف جا رہی تھی اور اس شخص کے بارے میں اس کی رائے مزید خراب ہو چکی تھی۔

☼ ☼ ☼

حقیقت اس کے سامنے تھی۔ لیکن اس کے باوجود وہ اسے تسلیم کرنے سے انکاری تھی۔ پندرہ منٹ پہلے غزل نے اسے اپنے جانے کی اطلاع دی تھی اور سامنے رکھا غزل کا بیگ اس بات کا واضح ثبوت تھا۔ وہ کچھ دیر خاموشی سے اس کی کارروائی دیکھتی رہی۔ اس کا خیال تھا ابھی وہ کہے گی کہ وہ مذاق کر رہی تھی کیونکہ غزل کے مذاق کی وہ عادی ہو چکی تھی۔ لیکن اس کا تیار بیگ اس کا منہ چڑا رہا تھا۔

"سنو غزل! تم مذاق کر رہی ہو نا؟" غزل کے اندر داخل ہوتے ہی اس نے بڑی آس سے اس کا چہرہ دیکھا تو وہ اسے دیکھتے ہوئے اس کے سامنے بیٹھ گئی۔

"نہیں [illegible] تم جانتی ہو [illegible] پہلے ہم یہاں رہتے تھے پھر بعد میں [illegible] کیونکہ میں ان سے ناراض تھی۔ عرفان نام کی حد تک تو تم اسے جانتی ہو [illegible] ہم ایک دوسرے کو پسند کرتے ہیں۔ ممی پاپا کو اعتراض تھا۔ اس لیے میں غصے میں ہاسٹل شفٹ ہوئی تھی۔ وہ لوگ اب مان گئے ہیں لیکن میرے وہاں جانے کی وجہ یہ نہیں بلکہ ممی ہیں۔ ان کی طبیعت کچھ ٹھیک نہیں۔"

"تو تم اب واپس نہیں آؤ گی؟" اس کی ساری تقریر سن کر ایمن نے سوال کیا تھا۔

"یونیورسٹی تو میں روز ہی آؤں گی۔ یہاں ہو سکتا ہے آجاؤں یا ہو سکتا ہے نہ آؤں۔ موڈ پر ڈیپینڈ کرتا ہے۔"

"اگر تمہیں پتا تھا کہ تمہارا موڈ بدل جائے گا تو تم نے اس گھر کو کیوں چنا۔ ہم ہوسٹل بھی رہ سکتے تھے۔ کتنی سیلفش ہو تم غزل! تم نے ایک بار بھی میرے بارے میں نہیں سوچا۔ میں اکیلی یہاں کیسے رہوں گی جہاں تین مرد رہتے ہیں۔ شبانہ آپی کبھی گھر پر ہوتی ہیں کبھی نہیں اور وہ مون ہے، وہ شخص ہر وقت گھر پر ہی ہوتا ہے۔" اب کی بار اس کے اندر کا سارا غصہ اس کی آواز سے ظاہر ہو رہا تھا۔

"تم بچی نہیں ہو کہ میں تمہاری انگلی پکڑ کر تمہیں چلاتی رہوں۔ میں بھی لڑکی ہوں۔ مجھے دیکھو' اتنے بڑے بڑے فیصلے اپنے دم پر کرتی ہوں۔ مجھے تمہاری طرح مڈل کلاس قسم کے وہم نہیں ستاتے۔ ڈیڑھ سال سے زیادہ کا عرصہ ہو گیا ہے تمہیں یہاں آئے۔ اب تو کم از کم خود پر اعتماد کرنا سیکھ لو۔ ذرا سا پتا چلے تو تم چلانے لگتی ہو اور جہاں تک مون کی بات ہے' اس میں بھی تمہارا قصور ہے تم خود ہی اٹھارھویں صدی کی ہیروئین کی طرح ذرا ذرا بات پر رونے لگتی ہو۔ اس کی ہر بات پر منہ بناتی ہو وہ کیا ہر کوئی خود بخود تمہاری طرف متوجہ ہونے لگتا ہے اور ایک بات۔ پیپرز میں تین چار ماہ ہی تو رہ گئے ہیں پھر تم نے بھی یہاں سے چلے جانا ہے اگر میری وجہ سے تم یہاں رہنے پر مجبور تھیں تو اب یہ مجبوری ختم ہو گئی ہے۔ تم کسی ہوسٹل میں شفٹ ہو سکتی ہو۔"

"شٹ اپ' میں نے تم سے مشورہ نہیں مانگا تھا۔" ایمن نے قہر بھری نظروں سے اسے دیکھا۔

"اور مجھے بھی تمہیں مشورہ دینے کا کوئی شوق نہیں۔" اس نے بیگ کی زپ بند کر کے اس کو زمین پر کھڑا کر دیا۔

"اللہ حافظ۔ کل یونیورسٹی میں ملتے ہیں۔" اس کے باہر نکلتے ہی ایمن کے آنسو بھی آنکھوں سے باہر نکل آئے۔

☼ ☼ ☼

"ارے ایمن! آ ہا۔" اسے دیکھ کر شبانہ آپی نے مسکرا

UrduPhoto.com

کرتی وی والیوم کم کر دیا۔ "آج یونیورسٹی نہیں گئیں طبیعت ٹھیک تھی؟" انہوں نے بغور اس کا اترا ہوا چہرہ دیکھا۔

"جی میں آج موڈ نہیں تھا۔" خود پر سے ان کا دھیان ہٹانے کے لیے وہ ٹی وی کی طرف دیکھنے لگی۔ غزل کو گئے ایک ہفتے سے زیادہ ہو گیا تھا۔ سارا دن تو وہ کاٹ لیتی تھی لیکن رات ہوتے ہی اس کی ساری بہادری ہوا ہونے لگتی۔

"کہاں گم ہو' جوس لو۔"

"جی۔" اس نے خاموشی سے گلاس اٹھالیا۔

"لگتا ہے۔ غزل کے جانے سے تم اداس ہو گئی ہو۔" اس کے اترے ہوئے چہرے سے انہوں نے شاید یہی نتیجہ اخذ کیا تھا۔ "اس لیے کہتی ہوں یہاں آجایا کرو۔ میں بھی اکیلی ہوتی ہوں۔ غزل کی وجہ سے واقعی بہت رونق تھی۔ میں تو کیا سارے گھر والے اسے مس کر رہے ہیں حتیٰ کہ شعیب بھی اس کے بارے میں پوچھ رہے تھے۔ بہت پیاری بچی ہے۔" ان کے لہجے میں غزل کے لیے پیار تھا۔ جسے محسوس کرکے وہ گہرا سانس لے کر رہ گئی۔ "کل ہم تم لوگوں کی ہی باتیں کر رہے تھے۔ تمہارے اور غزل کے مزاج میں اتنا فرق ہے۔ مجھے تو حیرت ہوتی ہے' تم لوگوں میں دوستی کیسے ہوئی۔ وہ جتنا بولتی ہے۔ تم اتنی ہی خاموش طبع ہو' ابھی دیکھ لو' میں ہی بولے جارہی ہوں۔" وہ ہنسیں تو وہ بھی مسکرا دی۔

"آج بہت خاموشی ہے۔" اب اسے کچھ تو بولنا تھا۔

"ہاں۔ آج عون' شعیب کے ساتھ آفس چلا گیا ہے اور مون ابھی تک سو رہا ہے اور تم جانتی ہو' شور تب ہوتا ہے جب وہ دونوں اکٹھے ہوں۔ ہمارے گھر کی رونق وہ دونوں ہی ہیں۔ ایک بھی نہ ہو تو گھر سونا سونا لگنے لگتا ہے۔ آج مون کو میں نے ہی زبردستی روک لیا ورنہ شعیب تو زور و شور سے اس کے پیچھے پڑے تھے۔ آفس چلو۔" ایمن بیگم ہو کر بیٹھ گئیں۔ وہ شاید آج تفصیل میں بات کرنے کے موڈ میں تھیں۔

"دراصل عون کی نسبت مون سے میرا پیار زیادہ ہے۔ میری شادی ہوئی تو مون دو سال کا تھا۔ آنٹی جی بیمار تھیں پھر جب عون ہوا تو ان کی ڈیتھ ہو گئی۔ مون کو میں نے اپنے بچوں کی طرح پالا ہے۔ عون تو پھر بھی کبھار ناراض ہو جاتا ہے لیکن وہ تو مجھے ماں سے بڑھ کر پیار کرتا ہے۔ میرا اپنا ایک اور سلجھا ہوا بچہ ہے۔" وہ مون کی تعریف میں رطب اللسان تھیں جبکہ وہ اپنی بڑی مشکل سے مسکراہٹ میں چھپا رہی تھی۔ اسے ان کی ساری باتیں جھوٹ لگ رہی تھیں۔ مون کی حرکتوں سے کم از کم وہ تو اسے شریف اور سیدھا نہیں سمجھ سکتی تھی۔ اس کے نزدیک وہ ایک نمبر کا کریٹ تھا جسے لڑکیوں کو تنگ کر کے مزہ آتا تھا۔

"لگتا ہے' تم بور ہو رہی ہو؟" شبانہ آپی کی آواز پر وہ شرمندہ ہو گئی۔

"نہیں' میں آپ کو سن رہی ہوں۔"

"لگتا ہے مون اٹھ گیا ہے۔ تم یہ البم دیکھو' عون کی منگنی کی ہے۔"

"اچھا؟" وہ خوشگوار حیرت سے تصویریں دیکھنے لگی۔

"بہت کیوٹ ہے عون کی فیانسی۔" اس نے توصیفی نظروں سے ان کا کپل دیکھا۔

"ہاں' کنول کو مون نے پسند کیا تھا۔ یہ الگ بات ہے کہ عون نے پسند کر کے مون کو آگے لگایا ہو گا۔" دو سال پہلے منگنی ہوئی تھی حالانکہ مون رشتے اور عمر دونوں میں عون سے بڑا ہے۔ میں نے کتنا زور لگایا کہ پہلے وہ کرے لیکن مانا ہی نہیں' کہتا ہے میں فی الحال آزاد رہنا چاہتا ہوں۔" وہ ایک بار پھر مون نامہ شروع کر چکی تھیں۔ وہ ہونٹ بھینچے صفحے الٹنے لگی۔

"تم دیکھو' میں ذرا مون کو دیکھ آؤں۔" ان کے جانے کے بعد وہ جو سرسری انداز میں البم دیکھ رہی تھی تیزی سے بند کردی۔

"تم اتنی جلدی اٹھ گئے۔" شبانہ آپی غالباً" کچن میں اس سے مخاطب تھیں۔

"آپ کے ظالم شوہر کے شکنجے میں میرے معصوم بھتیجے کی نازک سی گردن پھنسی ہے وہی "آزاد کروانے جارہا ہوں۔ فی الحال تگڑا سا ناشتا کروائیں۔"

"آپا! آج رضیہ کے ساتھ ڈھولو بھی آیا ہے۔"

"مون بھائی! بختیار علی نام ہے میرا۔" رضیہ کے بھائی کی جھلائی ہوئی آواز پر اس کا قہقہہ سنائی دیا تو اس نے کوفت سے پہلو بدلا۔

وہ گھر والوں سے لے کر نوکروں تک سب کے ساتھ مذاق کرتا تھا۔ لیکن ان سب پر حیرت ہوتی تھی' وہ سب اس کے مذاق کو انجوائے کرتے تھے۔ وہ سر جھٹک کر باہر

نکل آئی۔

☼ ☼ ☼

"خیریت۔ ابھی تک سوئے نہیں۔" کچن میں داخل ہوتے عون کو اس نے حیرت سے دیکھا۔

"آپ بھی تو سوئے نہیں۔"

"بھائی جی نے فائل اسٹڈی کرنے کو دی تھی۔ اسی کی جان کو رو رہا ہوں۔ بھوک بھی لگ رہی تھی۔ اس لیے پیٹ بھرنے یہاں چلا آیا۔" کافی پھینٹنے کے ساتھ وہ ٹوسٹر پر بھی نظر رکھے ہوئے تھا۔

"تم پیو گے؟" موون نے کافی کی طرف اشارہ کر کے پوچھا تو عون اثبات میں سر ہلاتے ہوئے بیٹھ گیا۔

"آج کل دن کتنے بور ہو گئے ہیں۔ پہلے غزل چلی گئی اور اب یہ ایمی۔ نہ بندہ بات کر سکتا ہے اور نہ تنگ کر سکتا ہے۔ اور سے یہ اس کے چکر۔ ویری بورنگ۔" اس نے تلخ کافی کا گھونٹ اندر اتار کر عون کو دیکھا جو شرارتی نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا۔

"واٹ؟" موون نے سوالیہ نظروں سے اس کو دیکھتے ہوئے مگ ٹیبل پر رکھ دیا۔

"یہ ایمن کیوں یاد آئی آپ کو؟"

"یار اب سے زیادہ مزہ ہی اسے تنگ کرنے میں آتا ہے۔ جس وقت میں اسے تنگ کرتا ہوں۔ شکل دیکھا کرو اس کی جیسے کسی بچے سے اس کا لالی پاپ چھین لیا ہو۔" وہ فائل کھولتے ہوئے مسکرایا جیسے اس کے تاثرات انجوائے کر رہا ہو۔

"کل ٹونی بھائی بھی مجھ سے ایمن کا پوچھ رہے تھے۔"

"اچھا۔" اب موون کا پورا دھیان فائل کی طرف تھا۔

"ٹونی بھائی کی حرکتیں مجھے کچھ مشکوک ہوتی جا رہی ہیں۔ آپ نے دیکھا نہیں جب سے ایمن گئی ہے، وہ آتے ہی نہیں ویسے بہانے بہانے سے چکر لگاتے تھے۔ مجھے تو لگتا ہے وہ ایمن کے چکر میں ہیں۔" موون نے اب حیرت سے فائل سے سر اٹھایا۔

"تو تمہیں کیا اعتراض ہے؟"

"چچو! کیسی باتیں کرتے ہیں۔ ایمن اور ٹونی بھائی۔ کچھ پتا نہیں [illegible] یا پھر فائل پسند کر لی [illegible]"

"بھتیجے! اگر کوئی خطرے والی بات ہے تو مجھے پہلے ہی بتا دو۔ بیچاری کنول بیگم کے آنسو صاف کرنے کی میں پہلے ہی [illegible]

تیاری کر لوں۔" اب حیران ہونے کی باری عون کی تھی۔

"کیا مطلب چاچو؟"

"میں کافی عرصے سے نوٹ کر رہا ہوں۔ تم ایمی کی بڑی طرفداری کرتے ہو بلکہ اس کی وجہ سے میرے ساتھ غداری پر اتر آتے ہو اور تو اور ٹونی اگر اسے پسند کر رہا ہے تو بھی تمہیں برا لگ رہا ہے۔ اب تم خود ہی بتاؤ، مجھے تمہاری منگیتر سے ہمدردی کرنی چاہیے یا نہیں اور میں تو سوچ رہا ہوں سب نے مجھے ہی بلیم کرنا ہے کہ میں نے منگنی کروائی تھی۔ اب مجھے کیا پتا تھا تم اتنی جلدی اپنی پسند بدل لو گے۔"

"خدا کے لیے چاچو! کہیں تو بریک لیں۔ بات کا بتنگڑ بنانا کوئی آپ سے سیکھے میں اپنے لیے تھوڑی کہہ رہا ہوں۔ میں سمجھا آپ اسے پسند کرتے ہیں۔" اور کافی پیتے موون کو زبردست اچھو لگا تھا۔ کچھ کافی فائل پر اور کچھ اس کے ٹراؤزر پر گری تھی۔

"دماغ خراب ہو گیا ہے تمہارا؟" اس نے فائل پر ہاتھ پھیرنے کے بعد خشمگیں نظروں سے عون کو دیکھا۔

"خود ہی تو آپ ایمن کو مس کر رہے ہیں۔"

"بھتیجے! کان کی صفائی کرواؤ۔ میں نے ایمن کے ساتھ غزل کا بھی نام لیا ہے۔ غزل پر تمہیں شک کیوں نہیں ہوا حالانکہ وہ بہت خوب صورت ہے اور تم جانتے ہو، میں کتنا حسن پرست ہوں اگر مجھے پسند ہی کرنا ہوتا تو میں غزل کو کرتا۔" اس نے برا سا منہ بنایا۔

"لیکن چاچو! وہ بہت اچھی لڑکی ہے پھر آپ ہر وقت اس کے پیچھے پڑے رہتے تھے۔ میں سمجھا شاید۔" وہ موون کی غصیلی نظریں محسوس کر کے سر کھجانے لگا۔

"اور پھر چاچو! محبت اندھی ہوتی ہے۔"

"فضیحے منہ تمہارا عون! منحوسوں والی بات ہی کرنا۔ محبت کرنے کے لیے وہی رہ گئی تھی سڑی ہوئی مرچ۔ میں یہ محبت جیسے روگ نہیں پالتا۔ تم جانتے ہو میں شادی اپنی پسند سے کروں گا اور جسے میں پسند کروں گا، وہ بہت خوب صورت ہو گی۔ آیا کچھ عقل شریف میں۔" موون وہی فائل اس کے سر پر مار کر کھڑا ہو گیا۔ "اور وہ ایمی..... نہیں" ایک دم کانوں پر ہاتھ رکھ کر چلایا تو عون نے ہنستے ہوئے اسے کچن سے باہر دھکیل دیا۔

☼ ☼ ☼

سرد ہوا کا جھونکا اس کے چہرے سے ٹکرایا تو اس نے

UrduPhoto.com

بے ساختہ جھرجھری لے کر کھڑکی بند کر دی۔ آج ہونے والی بارش نے موسم کو کافی سرد کر دیا تھا۔ وہ شال اچھی طرح لپیٹ کر کمرے میں چکر لگانے لگی۔ لیکن بجلی تھی کہ آنے کا نام ہی نہیں لے رہی تھی۔ تنہائی اسے پسند تھی لیکن آج تو اسے کسی عذاب سے کم نہیں لگ رہی تھی۔ سارے دن بند کمرے میں دیواروں کو دیکھ دیکھ کر اسے وحشت ہونے لگی تھی۔ ایک گہرا سانس لے کر وہ باہر نکل آئی۔ اس کے باہر نکلتے ہی لائٹ بھی آگئی تھی۔ اس نے واپس کمرے میں جانا چاہا پھر تنہائی کا سوچ کر آگے بڑھ گئی۔ دو تین بار دستک دینے پر بھی جب کوئی رسپانس نہ ملا تو اس نے ہینڈل کو ہلکا سا گھما کر دروازہ کھول دیا۔ سامنے ہی صوفے پر دراز پیر سے گردن تک کمبل اوڑھے مون ادھر ہی دیکھ رہا تھا۔

"زہے نصیب۔ مس ایمی آئی ہیں۔" اسے دیکھ کر اس کا لہجہ شوخ ہو گیا تھا۔

"شبانہ آپی ہیں؟"

"ہیں تو۔"

"کہاں ہیں؟" اس کے پوچھنے پر وہ اٹھ کر اپنی جینز کی جیبیں ٹٹولنے لگا۔

"...تو یہیں تھیں۔" اور وہ جو ہونقوں کی طرح اسے دیکھ رہی تھی اس کا مذاق سمجھ میں آتے ہی اس کی پیشانی پر بل نمودار ہونے لگے۔ جبکہ اس کی شکل دیکھ کر وہ قہقہہ لگا کر واپس اپنی پہلے والی پوزیشن میں لیٹ گیا۔

"...پلیز اپنی گردن یا تو دروازے کے باہر کر لو یا اندر کر لو۔ ساری ہوا اندر آرہی ہے۔ بے چارہ ہیٹر بھی دہائی دے رہا ہے۔" اور وہ جو گردن ڈالے کھڑی تھی۔ شرمندہ سی ہو گئی۔

"...تمہاری شکل سے لگ رہا ہے۔ تمہارا ڈر اپنے ... بہتر ہو گا اندر آجاؤ۔ میں بھی اکیلا ہوں' مل کر ... بیٹھتے ہیں۔"

"...تھینکس۔" اس کے شوخ لہجے پر وہ لٹھ مار انداز میں ...

"...تمہاری مرضی۔ امید ہے تم اینکسی کے بھوت کے ... کروا ... لوگی۔" اور اس کے قدم اپنی جگہ جم ...

"...بھوت بول رہے ہیں۔ عون نے مجھے بتایا تھا'..."

"وہ کافی نرم دل کا بندہ ہے۔ تمہارا دل رکھنے کے لیے جھوٹ بول دیا ہو گا۔"

ابھی وہ ٹھیک طرح سے سوچ بھی نہیں پائی تھی کہ لائٹ چلی گئی ہر طرف گھپ اندھیرا چھا گیا۔ اس نے ڈرتے ڈرتے لان کی طرف دیکھا۔ کیاریوں میں لگے پودے ہوا سے ہلتے ہوئے کافی خوفناک لگ رہے تھے۔ وہ بے ساختہ دروازہ کھول کر اندر آگئی۔ جونہی وہ اندر داخل ہوئی عجیب و غریب آوازیں اس کی سماعت سے ٹکرائیں۔ اس نے آنکھیں پھاڑ کر صوفے کی طرف دیکھنا چاہا لیکن ہیٹر سے نکلنے والی روشنی ناکافی تھی۔

"میں جانتی ہوں' یہ' آپ ہیں۔ اس لیے خاموش ہو جائیں کیونکہ مجھے بالکل ڈر نہیں لگ رہا۔" اس نے خود کو کافی مضبوط کر کے کہا لیکن اپنی کپکپاتی آواز اسے خود بھی محسوس ہو رہی تھی۔ آواز آہستہ آہستہ اس کے قریب آ رہی تھی۔ اس نے دروازے کا ہینڈل مضبوطی سے تھام لیا۔

"دیکھیں' یہ سب بند کریں۔" اب اس کی آواز واضح طور پر کانپ رہی تھی جبکہ آنسو آنکھوں سے باہر نکل آئے تھے "آپ بولتے کیوں نہیں۔" اس نے ایک بار پھر اسے ڈھونڈنا چاہا' آواز مزید نزدیک آئی تو اس نے ہینڈل گھما کر کھولنا چاہا لیکن دروازہ شاید لاک ہو چکا تھا۔ اس کی دھڑکن رک سی گئی۔ اس نے ایک بار پھر کانپتے ہاتھوں سے ہینڈل کھینچا۔

"ہاہاہا۔" آواز اب بہت زور سے اس کے کان کے پاس سنائی دی تو وہ امی امی کہتی ہوئی وہیں زمین پر بیٹھ گئی۔

"ارے ایمی!" مون کی آواز پر اس کے رونے کی رفتار مزید تیز ہو گئی۔ ماچس جلنے کی آواز پر اس نے تیزی سے ہاتھ چہرے سے ہٹائے۔ وہ کینڈل جلا کر اس کی طرف آرہا تھا۔ "یار! تم تو میرے اندازے سے زیادہ ڈرپوک ہو۔ اتنا سا مذاق برداشت نہیں ہوتا۔" وہ کہتے ہوئے بالکل اس کے سامنے دوزانو ہو کر بیٹھ گیا۔ اس نے ڈبڈباتی نظروں سے اسے دیکھا۔ اس کے دیکھتے ہی وہ اچانک چپ ہو گیا۔

"آپ کو شرم آنی چاہیے ایسا مذاق کرتے ہوئے۔ میرا ہارٹ فیل بھی ہو سکتا تھا۔" اس کی آنکھوں سے آنسو ایک بار پھر بہنے لگے۔ اس کی مسلسل خاموشی محسوس کر کے اس نے دوبارہ سامنے دیکھا۔ وہ اب بھی اسے دیکھ رہا تھا۔ عجیب سے احساس نے اس کی دل کی دھڑکن یک دم

تیز کردی تو وہ نظریں جھکا کر بے ساختہ پیچھے کھسکنے لگی۔ تب ہی اسے اپنے قریب بھینس کی آواز سنائی دی تو ہلکی سی چیخ اس کے منہ سے نکلی۔

"کیا تکلیف ہے؟" اس کے یوں چیخنے پر اس نے جھلا کر اپنا موبائل نکالا اور کھڑا ہو گیا۔

"اس شخص کی طرح اس کی رنگ ٹون بھی گھٹیا ہوتی ہیں۔ کبھی گھوڑا تو کبھی بھینس۔" اس نے گھبرا کر اپنے دل پر ہاتھ رکھا جو بے تحاشا دھڑک رہا تھا۔

"آپ کتنی دیر میں گھر آ رہی ہیں؟" وہ اب فون پر بات کر رہا تھا۔ "نہیں آدھا گھنٹہ نہیں دس منٹ میں آئیں۔ میں کہہ رہا ہوں نا بھابھی!" اس کی جھلائی ہوئی آواز پر وہ کھڑی ہو گئی۔

"اب جاؤ تم۔" ایمن نے اس کی طرف دیکھا جو کینڈل میز پر رکھ کر اب صوفے پر بیٹھ گیا تھا۔ اسے یونہی کھڑا دیکھ کر وہ جھنجلا اٹھا۔

"سنا نہیں۔ جاؤ وہاں کوئی بھوت نہیں۔" اسے اس شخص کی بے حسی پر سخت تاؤ آیا۔ پہلے ڈرا دیا اور اب نکل جانے کو کہہ رہا تھا۔ تب ہی لائٹ آتے ہی سارا کمرہ روشنی میں نہا گیا۔ ان دونوں نے بے ساختہ ایک دوسرے کو دیکھا تھا اور وہ نظریں چرا کر تیزی سے دروازے کی طرف بڑھی۔ ہینڈل گھماتے ہی دروازہ کھل گیا وہ ہونٹ دانتوں تلے دبائی ہوئی باہر نکل آئی۔ یقیناً گھبراہٹ میں وہ ہینڈل الٹا گھما رہی تھی۔ کمرے میں آ کر بھی وہ کتنی دیر تک کچھ ہو جانے کے ڈر سے ہولتی رہی۔ مون کی خود پر جمی نظریں یاد کر کے اس نے بے ساختہ جھرجھری لی تھی۔

☼ ☼ ☼

"تمہارے منہ پر بارہ کیوں بج رہے ہیں؟"

"تمہیں اس سے کوئی مطلب ہے؟" غزل کے پوچھنے پر وہ کاٹ کھانے والے انداز میں بولی تو وہ کندھے اچکا کر رہ گئی۔ اگلے چند مونٹ تک وہ انتظار کرتی رہی وہ کچھ پوچھے لیکن وہ بھی اپنے نام کی ایک ہی تھی۔

"تم واپس کب آ رہی ہو؟" اس کے سوال پر غزل نے مسکرا کر نظروں سے اس کا چہرہ دیکھا۔

"کتنے دن سے میں دیکھ رہی تھی۔ محترمہ کافی بہادری کا ثبوت دے رہی ہیں۔ میں انتظار کر رہی تھی کب یہ جھوٹا نقاب اترتا ہے۔"

"تم جانتی ہو پھر بھی چاہتی ہو کہ میں تمہاری منتیں کرتی پھروں۔" ایمن نے غصے سے اس کے مسکراتے چہرے کو دیکھا۔

"اچھا یوں منہ پھلانے کی ضرورت نہیں۔ میں بھی گھر میں اکیلے بور ہو جاتی ہوں۔ شبانہ آپی، مون، مون اور تمہیں کافی مس کرتی ہوں۔ سوچ رہی ہوں آ جاؤں۔"

"پھر کب آؤ گی؟" ایمن نے جلدی سے پوچھا۔

"کچھ دنوں تک۔" غزل کے جواب پر وہ گہرا سانس لے کر رہ گئی۔

"وہ تمہارا مجنوں نہیں آیا اب تک؟"

"کون؟" ایمن نے حیرت سے اسے دیکھا۔

"ارے وہی ڈاکٹر طلعت عرف ٹونی۔"

"شٹ اپ غزل!" ایمن نے ناگواری سے سر جھٹکا۔

"اب تم نہ مانو تو الگ بات ہے ورنہ بندے کے ارادے کچھ ٹھیک نہیں۔ تقریباً ہر دوسرے دن تو وہ یہاں یونیورسٹی میں ہوتا ہے وہ بھی بغیر کسی وجہ کے۔"

"وہ وجہ تم بھی تو ہو سکتی ہو۔"

"میں تمہاری طرح گھامڑ نہیں۔ صاف نظر آتا ہے، موصوف تم پر فدا ہیں۔" اب کے ایمن نے کچھ کہے بغیر سر جھکا لیا۔ لیکن اس کی مسکراہٹ غزل دیکھ چکی تھی۔

"ہوں تو یہاں بھی دال میں کچھ کالا ہے۔"

"جی نہیں۔ میری طرف سے کوئی بات نہیں۔"

"کیوں کیا خرابی ہے، ہینڈسم ہے، ڈاکٹر ہے، امیر ہے اور پھر تمہیں پسند بھی کرتا ہے اور سب سے بڑی بات جو تمہارے لیے اہم ہے شریف ہے۔" غزل کو اس کے جواب پر کافی اعتراض ہوا تھا۔

"کہیں کوئی اور چکر تو نہیں؟" اسے مسلسل خاموش دیکھ کر غزل نے آنکھیں سکیڑ کر اسے دیکھا تو وہ بے ساختہ ہنس پڑی۔

"کتنی گھنی ہو لڑکی تم۔ کون ہے؟ یہاں لاہور میں ہے یا وہاں تمہارے گھر کوئی رشتہ دار۔"

"میرے گھر میں۔"

"ارے یہ تو کمال ہو گیا۔ چلو ڈاکٹر صاحب بھی آ گئے۔" ٹونی کو دیکھتے ہی غزل کھڑی ہو گئی تو اس نے بلا سر سے ملنے پر شکر ادا کیا۔ ٹونی پر نظریں ہونے کے باوجود اس کا سارا دھیان ٹونی کی طرف تھا اور اس نے محسوس کیا تھا غزل سے باتیں کرنے کے باوجود اس کا دھیان

UrduPhoto.com

اس کی طرف ہے۔
"میں آج سوچ کر آیا تھا" آپ دونوں کو لنچ پر لے کر چلوں۔"
"سوری ٹونی! اگر آج مجھے اپنی کزن کی طرف نہ جانا ہوتا تو میں ضرور چلتی۔ تم ایمن کو لے جاؤ۔" غزل کے شورے پر وہ گھبرا کر بے ساختہ بولی۔
"سوری۔ آج مجھے بھی گھر ذرا جلدی جانا ہے۔" اس کے جواب پر وہ مسکرا اٹھا۔
"آپ کا جواب تو میں پہلے سے جانتا تھا۔ آپ بھی کہیں" غزل مسکرا کر کھڑی ہوئی تو وہ کھڑی ہو گئی۔
"چلیں پھر آپ کو میں ڈراپ کر دوں۔ مجھے بھی مون ...ہے۔"
"ہاں یہ ٹھیک رہے گا ویسے بھی مجھے آج مارکیٹ بھی ...ے دیر ہو جائے گی اور ایمن! تمہیں تو گھر بھی جلدی ...ے۔" غزل کی شرارت پر وہ پوری آنکھیں کھول کر ...گھورنے لگی جو اس کی حالت سے لطف اندوز ہو رہی

...کتا ہے ایمن کو مجھ پر یقین نہیں۔"
"...نہیں۔ ایسی بات نہیں۔" وہ سٹپٹا کر بولی۔ "چلیں۔"
...بے بس ہو کر بولی تو وہ کھل اٹھا۔
"...گر آج آپ آہی گئی ہیں تو چلیں میں آپ کو اپنا گھر ...۔ شادی کے بعد میں وہاں شفٹ ہونے کا سوچ رہا ...پہلی بار کسی غیر آدمی کے ساتھ یوں اکیلی بیٹھی ...پہلے ہی ڈر رہی تھی۔ اس کی بات سن کر تو اچھل

...پلیز مجھے ذرا جلدی گھر جانا ہے۔" ٹونی نے بغور ...دیکھا اور سر اثبات میں ہلاتے ہوئے ڈرائیونگ ...۔ سارا راستہ اس کی خاموشی پر اسے اس کی ...احساس ہوا۔
...ڈر لگا؟" اترنے سے پہلے وہ بے ساختہ پوچھ

...مجھے آپ کی بے اعتباری پر افسوس ہوا۔"
"...کوئی بات نہیں۔ دراصل۔۔" وہ کوئی بہانہ

...مون کی آواز پر وہ جلدی سے مڑی۔ اس نے ...ساتھ اسے دیکھ کر ٹونی کو دیکھا۔ جانے ...وہ شرمندہ ہو گئی۔

"بڑے مطلب پرست ہو یار! ہمارے لیے اب تمہارے پاس وقت ہی نہیں۔" اسے نظر انداز کر کے وہ ٹونی کی طرف بڑھا تو وہ کندھے اچکاتے ہوئے اندر کی طرف بڑھ گئی۔

☼ ☼ ☼

قہوے میں دودھ ڈالتے ہوئے اسے عجیب سے شور کا احساس ہوا تو وہ آنچ دھیمی کر کے باہر نکل آئی۔ دروازہ کھولتے ہی اسے بختیار علی کی چیخیں سنائی دیں مون اسے ایک بازو اور ایک ٹانگ سے پکڑے بار بار سوئمنگ پول میں پھینکنے کی دھمکی دے رہا تھا۔ اس نے سر جھٹک کر واپس جانا چاہا لیکن اس بچے کی چیخیں اسے ایسا کرنے سے روک رہی تھیں۔ وہ غصے سے ان کی طرف بڑھی۔
"جو لوگ دو دو ہفتے نہیں نہاتے' ان کا انجام یہی ہے کہ انہیں برف کی طرح ٹھنڈے پانی میں پھینک دیا جائے۔" وہ بختیار علی کو دھمکی دیتے ہوئے مزید پانی کے قریب لے گیا وہ پھر چیخنے لگا۔
"مون بھائی! چھوڑ دو مجھے۔ میں ابا کی قسم کھاتا ہوں آج ہی نہاؤں گا۔"
"تو وے۔" مون نے دونوں بازو سے پکڑ کر اس کی ٹانگیں پانی میں ڈالیں تو وہ پھر چیخنے لگا۔ تو اس کی برداشت جواب دے گئی۔
"یہ کیا طریقہ ہے۔ بچوں کو ایسے ٹریٹ کرتے ہیں۔" مون نے حیرت سے پیچھے دیکھا اور اگلے ہی پل کھل کر مسکرا دیا۔
"چھوڑیں اسے۔"
"تمہارا مطلب ہے' اسے چھوڑ کر تمہیں پکڑ لوں۔" اس کے کہنے پر بختیار علی منہ پر ہاتھ رکھ کر کھی کھی کرنے لگا۔
"شٹ اپ۔" اس نے غصے سے دونوں کو دیکھا۔
"امی! یہ ہر وقت تم انگارے کیوں چباتی رہتی ہو۔ دیکھو اپنا حال کیا کر لیا ہے۔ آؤ تمہیں ٹھنڈی دنیا کی سیر کرواؤں۔" وہ بختیار علی کو چھوڑ کر اس کی طرف بڑھنے لگا۔ پہلے تو وہ سمجھی نہیں لیکن جب سمجھ میں آیا تو وہ اس کے سر پر پہنچ چکا تھا۔ وہ بے ساختہ دو قدم پیچھے ہٹی۔
"دیکھیں۔ آپ اپنی حد میں رہیں۔" وہ اسے متنبہ کرنے کے ساتھ بھاگنے ہی والی تھی کہ ٹائلوں پر پھسلن

کے باعث اس کا پاؤں بری طرح پھسلا۔ اس سے پہلے کہ وہ سوئمنگ پول میں جا گرتی۔ مون نے جلدی سے اسے دونوں ہاتھوں سے پکڑ کر اپنی طرف کھینچ لیا۔ کچھ دیر تو وہ کچھ سمجھ ہی نہیں سکی۔ بختیار علی اور مون کے قہقہوں پر اس نے ناہموار سانسوں کے ساتھ سامنے دیکھا۔ اگلے ہی پل اس کا ہاتھ اٹھا اور مون کے بائیں گال پر اپنا نشان چھوڑ گیا۔ مون کے ساتھ بختیار علی بھی ساکت ہو گیا۔

"آپ ایک انتہائی گھٹیا اور بے حس انسان ہیں جسے نہ اپنی اور نہ ہی کسی اور کی عزت کا احساس ہے۔ ہر وقت اپنی تسکین کے لیے دوسروں کی کمزوریوں کو نشانہ بنانا آپ کی عادت بن چکی ہے۔ یہ آپ کے گھر ملازم ہیں اس لیے ان کے ساتھ جیسے چاہیں آپ مذاق کر سکتے ہیں۔ کس نے آپ کو یہ حق دیا ہے۔ آپ کا اپنا کوئی کردار نہیں تو آپ سمجھتے ہیں سب آپ کی طرح ہیں۔ میں آپ کے گھر اپنی تعلیم کی وجہ سے رہ رہی ہوں وہ بھی کرایہ دے کر۔ آپ نے دوسری لڑکیوں کی طرح مجھے بھی مفت کا مال سمجھ لیا ہے کہ جو کریں گے میں برداشت کر لوں گی۔ میں رضیہ یا بختیار نہیں۔ آپ ایک لوز کیریکٹر اور گھٹیا آدمی ہیں۔" وہ نفرت سے پھنکارنے کے بعد بختیار علی کے حیران چہرے پر نظر ڈال کر واپس مڑی جہاں رضیہ کھڑی عجیب نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی جیسے اسے مون کو اس کا یہ سب کہنا برا لگا ہو۔

"کیسی بہن ہو تم۔"

"مون بھائی کو میں نے بختیار کو ڈرانے کو کہا تھا۔ مون بھائی نے صحیح کیا ہے۔" رضیہ کا لہجہ رکھائی لیے ہوئے تھا۔ ایک پل کے لیے وہ شرمندہ ہو کر رہ گئی۔

"ہونہہ!" اگلے ہی پل وہ سر جھٹک کر اپنے کمرے کی طرف بڑھنے لگی۔

"مون بھائی! یہ بہت بد تمیز اور گندی ہے۔" پیچھے سے آتی بختیار کی غصیلی آواز پر اس کے قدم بے اختیار رک گئے۔ وہ اس کے لیے لڑی تھی اور وہ دونوں بہن بھائی اس شخص کے خلاف کچھ برداشت ہی نہیں کر رہے تھے۔

"بھلائی کا زمانہ ہی نہیں رہا۔" اس نے اپنا دایاں ہاتھ دباتے ہوئے بے اختیار سوچا۔

☼ ☼ ☼

بیلو کی آواز پر تیزی سے چلتے اس کے پین کو بریک لگی۔ اس نے سر اٹھا کر دیکھا عون کھڑا تھا۔

"ہیلو۔" وہ مسکرا کر سیدھی ہو گئی۔

"بزی لگ رہی ہو؟"

"جی پیپرز میں کچھ دن رہ گئے ہیں اس لیے۔" وہ مسکرا کر نوٹس دیکھنے لگی، سارا دھیان تو ان کی طرف ہی تھا۔

"تمہارا فون ہے۔" عون نے بتایا۔

"غزل کا؟" وہ تیزی سے کھڑی ہوئی۔

"نہیں۔ شاید تمہارے گھر سے ہے۔"

"اچھا۔" وہ حیران ہوتے ہوئے اس کے پیچھے چلنے لگی۔ اس نے ریسیور کان سے لگایا تو فون بند ہو چکا تھا۔ وہ ریسیور کریڈل پر ڈال کر وہیں کھڑی ہو گئی۔

"ایمن! کھانا کھا لو۔" شعیب بھائی نے اسے کھانے کی دعوت دی تو وہ مسکرا دی۔

"نہیں بھائی! میں نے ابھی کھانا کھایا ہے۔"

"تسلی سے بیٹھو، آجاتا ہے فون۔" اسے بے چینی سے ٹہلتے دیکھ کر شبانہ نے ٹوکا تو وہ جھینپ کر صوفے پر بیٹھ گئی۔ اس نے محسوس کیا۔ اسے دیکھ کر کھانا کھاتے مون نے کوئی ریمارکس پاس نہیں کیا۔ وہ بالکل یوں ری ایکٹ کر رہا تھا جیسے وہ یہاں ہو ہی نہیں بلکہ کئی دنوں سے بلانا تو دور کی بات وہ اسے دیکھتا بھی نہیں تھا حتیٰ کہ وہ ڈھولو اور رضیہ بھی اسے دیکھ کر نظریں پھیر لیتے تھے۔ اس نے بے ساختہ سر جھٹک کر خود کو اس سوچ سے نجات دی۔

"اگر یہی تھپڑ میں اسے شروع سال میں لگا دیتی تو کم از کم اس پریشانی میں تو نہ رہتی۔" اپنے تھپڑ پر اس نے بے ساختہ خود کو داد دی۔ تب ہی فون کی گھنٹی پر اس نے چونک کر ریسیور اٹھا لیا۔

"خیریت ہے امی!" سعدیہ بیگم کی بجھی ہوئی آواز اسے ان کی ہیلو سے ہی محسوس ہو گئی تھی۔

"اتوار کو آ رہی ہو۔"

"خیریت ہے۔" اب وہ پریشان ہو گئی تھی۔

"عادل کی منگنی ہے۔"

"جی۔" اسے لگا اسے سننے میں غلطی ہوئی ہے۔

"تمہاری چچی خاص طور پر پیغام دے کر گئی ہیں کہ تم ضرور آنا۔" انہوں نے گہرا سانس لے کر کہا۔

"میں تو سمجھی تھی کہ وہ شاید تمہارے لیے لیکن تنیم تارا بی بتا رہی تھی کہ عادل نے اپنی مرضی کی ہے۔ سنا ہے کہ کافی امیر لوگ ہیں۔" اس کے کان سائیں سائیں کر رہے تھے

UrduPhoto.com

لفظ کہیں گم ہو کر رہ گئے تھے۔
ہیلو ایمن۔" اس کی طویل خاموشی محسوس کر کے وہ
زور سے بولنے لگیں۔
ی امی!" یہ دو لفظ اس نے بڑی دقت سے ادا کیے

پھر بیٹا! اتوار کو آ رہی ہو؟"
امی آپ چچی سے میری طرف سے معذرت کر لیجیے گا۔
ے پیپرز میں کچھ دن رہ گئے ہیں اگر آئی تو بہت حرج
ئے گا۔ میری طرف سے انہیں اور عادل بھائی کو
بارک باد دے دیجیے گا۔" ان کی مزید بات سنے بغیر اس
ون رکھ دیا۔
ب خیریت تھی ایمن!" اس کے اترے ہوئے
کو شبانہ نے غور سے دیکھا تو وہ بڑی مشکل سے
ئی۔ لیکن اپنے کمرے میں آتے ہی اس کا حوصلہ
دے گیا۔ ساری خواہشیں خاک میں مل گئی تھیں۔

☼ ☼ ☼

کے کتابیں سامنے کھلی تھیں لیکن اس کی نظریں
ں پر بھٹک رہی تھیں۔ "ایمن!" شبانہ کی آواز پر
ر سیدھی ہوئی۔
ی سردی میں کیوں بیٹھی ہو؟" شبانہ کے لہجے میں
محسوس کر کے اس نے خود کو حواسوں میں کرنا چاہا۔
ہو رہی ہے اور تم نے لائٹ بھی نہیں جلائی۔"
ں پڑھتے پڑھتے دھیان ہی نہیں رہا۔" وہ کتابیں
ے کھڑی ہو گئی۔
پ کہیں جا رہی ہیں؟" ان کی تیاری دیکھ کر اس نے

شعیب کے دوست کی بیٹی کی شادی ہے۔ ہم
رہے ہیں اور ڈرنے کی بالکل ضرورت نہیں۔
کوشش کی جلدی آجاؤں ویسے میں نے رضیہ
دیا ہے وہ تمہارے پاس آجائے گی۔" ان کے
ندازپر اس کی آنکھیں بھیگ گئیں۔ آج
ں کیوں اس کا دل کرتا تھا کوئی سہارا ملے اور وہ
ے۔
ب" انہوں نے اس کا گال تھپتھپایا تو وہ جھکی
ہ سر ہلا کر مسکرا دی۔ رضیہ کے انتظار میں
ر کر رہی تھی۔ لیکن اندر داخل ہوتے ٹونی کو

دیکھ کر وہ حیران ہو گئی۔
"گیٹ کیوں کھلا چھوڑا ہوا ہے؟" وہ بھی حیرانی سے
اسے دیکھنے لگا۔
"میں رضیہ کا انتظار کر رہی تھی۔"
"گھر میں کوئی نہیں؟" اس کے پیچھے خالی پورچ دیکھ کر
اس نے سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا۔
"اوہ۔" اس کے سر نفی میں ہلانے پر وہ بولا۔
"آپ یقیناً" ڈر رہی ہوں گی۔" اس کی مسکراہٹ میں
شرارت محسوس کر کے وہ بے ساختہ مسکرائی۔ اس کا ڈر
شاید اچھا خاصا مشہور ہو چکا تھا۔
"چلیں پھر جب تک رضیہ نہیں آتی میں آپ کو کمپنی
دیتا ہوں' دیکھتا ہوں میرے ہوتے ہوئے کون آپ کو
ڈرانے کی کوشش کرتا ہے۔" وہ گیٹ بند کر کے اس کے
سامنے آگیا۔
"وہ رضیہ۔" اس نے بند گیٹ کی طرف دیکھ کر کہا۔
"یہاں ہر فرد کے پاس ڈپلیکیٹ چابی موجود ہے' یقیناً"
رضیہ کے پاس بھی ہوگی۔ نہیں تو وہ بیل دے دے گی۔"
اس نے جیسے سمجھ کر سر ہلایا۔ "یہاں تو بہت سردی ہے
اندر ہی چلتے ہیں۔"
سردی تو اسے بھی لگ رہی تھی وہ سر ہلا کر اس کے پیچھے
چل دی۔ لاؤنج میں ہیٹر جلا کر اس نے ٹی وی آن کر دیا۔
"میں جب کبھی گھر سے بہت لیٹ ہو جاؤں تو یہاں آجاتا
ہوں۔" اس نے اپنی بے تکلفی کی توجیہہ پیش کی تو وہ مسکرا
دی۔ "بلکہ یہاں جو گیسٹ روم ہے۔ اب وہ گیسٹ روم
نہیں رہا' میرا روم بن چکا ہے چلیں میں آپ کو دکھاؤں۔"
وہ اسے کوئی بات کہنے کا موقع دیے بغیر کاریڈور میں داخل
ہو گیا۔ تو وہ بھی اٹھنے پر مجبور ہو گئی وہ اب الماری کھول کر
اسے اپنی چیزیں دکھا رہا تھا۔
"کیا بات ہے ایمن! آج آپ بہت چپ چپ ہیں۔
طبیعت ٹھیک ہے آپ کی؟" اس کی بے توجہی محسوس کر
کے وہ اس کے قریب آگیا۔ اس کی آنکھوں میں آنسو
تیرنے لگے۔
اس کا ہمدرد لہجہ پاتے ہی وہ رو پڑی۔
"کیا ہوا ایمن! آپ رو کیوں رہی ہیں؟" اس نے گھبرا
کر اس کے دونوں ہاتھ تھام لیے۔
"کیوں رو رہی ہو؟" وہ اب اس کے مزید قریب آگیا
تھا۔ اور اپنے ہاتھ سے اس کے آنسو صاف کرنے لگا۔

روتے روتے اسے عجیب سا احساس ہوا اس نے آنسو روک کر جیسے اس احساس کو سمجھنا چاہا۔ ٹونی کا ہاتھ اس کے کندھے سے ہوتا ہوا اس کے چہرے پر آر کا تھا جبکہ دوسرا ہاتھ اس کے گھٹنے پر تھا۔ اس نے چونک کر اس کا چہرہ دیکھا جو اس کے بہت قریب تھا اور اس چہرے کے تاثرات پر وہ دہل کر رہ گئی۔ وہ ایک جھٹکے سے اسے دھکا دے کر کھڑی ہوئی۔ وہ شاید اس کارروائی کے لیے تیار نہیں تھا ذرا سا لڑکھڑایا۔ لیکن اگلے ہی پل وہ سنبھل کر کھڑا ہو چکا تھا۔ اس نے دروازے کی سمت بڑھنا چاہا لیکن اس سے پہلے وہ اس کا بازو تھام چکا تھا۔

"ہاتھ چھوڑیں میرا۔"

"آئی لو یو ایمن۔" اس نے بوجھل لہجے میں کہتے ہوئے اسے کندھوں سے تھام لیا۔

"چھوڑو مجھے۔" وہ اس پر جھکا تو اس نے تھپڑ اس کے منہ پر دے مارا۔ ایک پل کے لیے اس کے ساتھ ساتھ وہ بھی ساکت ہوا۔ اگلے ہی پل طیش کے عالم میں اس نے اس کا بازو دبوچ کر اسے بیڈ کی طرف دھکا دیا۔ بیڈ کا کونا بڑی زور سے اس کی کمر میں لگا۔ لیکن وہ درد کو نظرانداز کرتے ہوئے سرعت سے دوسری جانب لپکی۔ اپنے بچاؤ کے لیے وہ متوحش نظروں سے کوئی چیز تلاش کرنے لگی۔ وہ لمحہ بہ لمحہ اس کے قریب آ رہا تھا۔ اس خوفناک سناٹے کو گھوڑے کی آواز نے توڑا تھا جہاں اس کے سوئے ہوئے حواس الرٹ ہوئے تھے، وہیں ٹونی کے تیزی سے بڑھتے قدم بھی ٹھٹک کر رک گئے تھے۔

"مون۔" وہ ایک پل کا توقف کیے بغیر حلق کے بل چلائی۔ ٹونی نے تیزی سے درمیانی فاصلہ سمیٹ کر اس کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا۔

"کون ہے؟" مون کی آواز پر اس نے وہ ہاتھ ہٹانا چاہا۔ اس کا ہاتھ اتنی مضبوطی سے جما تھا کہ اسے اپنی سانسیں رکتی محسوس ہونے لگی تھیں۔ اس نے اپنے دوسرے ہاتھ کے ناخن اس کے ہاتھ پر گاڑے تو گرفت کچھ ڈھیلی ہوئی۔ وہ تیزی سے اس کا ہاتھ ہٹا کر پھر چلائی تب ہی دروازہ ایک جھٹکے سے کھلا تھا۔ اسی تیزی سے ٹونی نے اپنا ہاتھ ہٹایا تھا۔ وہ ایک پل بھی ضائع کیے بغیر مون کی طرف بھاگی اور اس کا بازو تھام کر اس کے پیچھے چھپ گئی۔ کمرے میں بالکل خاموشی تھی۔ [illegible] نے ڈرتے ڈرتے سامنے دیکھا جہاں [illegible] ٹونی کے چہرے پر ایک رنگ آ رہا تھا اور ایک جا رہا تھا۔

"میری اس میں کوئی غلطی نہیں، مجھے اس نے بلایا تھا۔" ٹونی کے الزام پر آنسوؤں کے ساتھ اس کا وجود بھی ساکت ہو گیا۔

"یہ جھوٹ ہے۔ میں تو یہ۔" الزام اس قدر اچانک تھا کہ وہ بول ہی نہیں سکی۔ اپنی پوزیشن کلیئر کرنے کے لیے اس کے پاس الفاظ ہی نہیں تھے۔ اس کا نجات دہندہ کون تھا۔ یہ خیال آتے ہی مون کے بازو پر اس کے ہاتھوں کی گرفت ڈھیلی ہوتے ہوتے بالکل ختم ہو گئی۔ اسے لگا کہ وہ بھی اس کا یقین نہیں کرے گا۔ وہ مجرموں کی طرح سر جھکا کر دیوار سے لگ گئی۔

"یہ آواز کیسی تھی؟" اس نے نظریں اٹھا کر سامنے دیکھا۔ سامنے کا منظر اسے اپنی آنکھوں کا دھوکا لگا تھا۔ مون نے ایک کے بعد دوسرا تھپڑ ٹونی کے منہ پر مارا تھا۔ اور اب وہ اسے گریبان سے تھامے جھٹکا دے رہا تھا۔

"بے غیرت آدمی! تمہاری ہمت کیسے ہوئی میرے گھر میں اتنی گندی حرکت کرتے ہوئے، ہاؤ ڈیر یو۔" مون نے گریبان تھامے ہوئے اسے دھکا دیا۔ وہ لڑکھڑاتے ہوئے دروازے کے قریب جا گرا، اگلے ہی پل وہ مزید کوئی بات کیے بغیر دروازے سے باہر نکل گیا۔ مون اس کے پیچھے بھاگا تھا اور وہ بری طرح روتے ہوئے زمین پر بیٹھتی چلی گئی۔ تھوڑی دیر بعد کسی نے اچانک اسے جارحانہ انداز میں بازوؤں سے پکڑ کر کھڑا کیا۔ ڈر کے مارے اس کی سانس سینے میں اٹک گئی۔ سامنے مون کھڑا شعلہ بار نظروں سے اسے گھور رہا تھا۔

"کیا کر رہی ہو یہاں جب تم جانتی تھیں کہ گھر میں کوئی نہیں تو کیوں اسے اندر آنے دیا اور کیوں اس کے ساتھ یہاں آئیں۔" اس کا لہجہ اتنا پرتپش تھا کہ اس کا چہرہ جھلسنے لگا۔ اس کے آنکھیں میچنے پر اس نے زور سے اسے دھکا دیا۔ وہ دیوار سے جا لگی۔ ایک ٹیس کندھوں سے کمر تک اتر گئی۔

"بڑی عقل مند اور باکردار بنتی ہو، اتنا نہیں جانتیں کہ نامحرم مرد اور عورت کے درمیان تیسرا شیطان ہوتا ہے اور تنہائی میں اس مرد کو جانور بنتے دیر نہیں لگتی۔ آج اگر تم ایک مرد کی ہوس کا شکار بنتیں تو تمہیں ایک لوز کریکٹر، بدکردار آدمی اور مضبوط آدمی کا فرق پتا چل جاتا۔ مجھے بدکردار کہا تھا تم نے، ہے نا۔" وہ ایک بار پھر اس کے قریب

UrduPhoto.com

آکر شعلہ بار نظروں سے اسے گھورنے لگا۔

"اس دن تم اپنی عزت کے ساتھ اس کمرے میں آئی تھیں اور ویسے ہی باہر بھی گئی تھیں۔ اگر میں بد کردار ہوتا تو اس وقت تم کہیں ڈوب مرنے کی تیاری کر رہی ہوتیں۔" وہ اسے ایسا آئینہ دکھا رہا تھا جس میں اسے اپنی شکل سے کراہیت محسوس ہو رہی تھی۔ اس نے بے اختیار اپنے ہاتھ اپنے چہرے پر رکھ لیے۔

"ہٹاؤ اپنے ہاتھ اور اپنی آنکھوں سے حقیقت دیکھو۔" مون نے جھٹکے سے اس کے ہاتھ ہٹائے "میں بے حس گھٹیا اور دوسروں کی کمزوریوں سے فائدہ اٹھانے والا ہوں۔ یہ بھی کہا تھا نا تم نے۔ ہاں میں جو بھی ہوں سب کے سامنے ہوں۔ تم پر اپنی اچھائیوں کو ثابت کرنے کی مجھے کوئی ضرورت نہیں۔ تم خود کیا ہو۔ پہلے خود کو دیکھو۔ میں صرف مذاق کرتا ہوں۔ کسی کی دل آزاری نہیں کرتا اور نہ ہی کسی کے کردار پر کیچڑ اچھالتا ہوں۔ ہمیں ہمیشہ یہی سکھایا گیا ہے۔ عورت کی عزت کرنی چاہیے۔ یہ عزت ہی تھی کہ تم یہاں بغیر کسی ڈر کے رہ رہی تھیں۔ تم اس گھر کی عزت تھیں۔ اس لیے آج عزت کے ساتھ صحیح سلامت کھڑی ہو۔ اگر واقعی کسی بد کردار سے تمہارا واسطہ پڑتا تو مفت کا مال کیا ہوتا ہے تمہاری سمجھ میں آجاتا۔ تمہیں تو مذاق اور بد تمیزی میں فرق ہی نہیں پتا۔ بلکہ تمہیں تو صحیح اور غلط کو پہچاننا بھی نہیں آتا۔" وہ استہزائیہ انداز میں بول کر پیچھے ہٹنے لگا۔

"غلطی میری ہی ہے۔ مجھے ہی سمجھ جانا چاہیے تھا کہ مذاق تو دور کی بات ہے۔ تم تو اس قابل بھی نہیں کہ میں تم سے بات کرتا۔"

اس نے تو صرف ایک تھپڑ مارا تھا جبکہ اس نے لفظوں کی اتنی مار ماری تھی کہ وہ لہولہان ہو رہی تھی۔ ہاتھ اٹھانے کی ضرورت ہی نہیں رہی تھی۔

"جاؤ اب یہاں سے اور ایک بات یاد رکھنا' نامحرم کے ساتھ تنہائی سوائے ذلت کے کچھ نہیں دیتی۔ ضروری نہیں ہر مرد میری طرح بد کردار ہو۔" آخر میں بھی وہ طنز کرنے سے باز نہیں آیا تھا۔ وہ اس کی طرف دیکھے بغیر اٹھی اور بھاگتے ہوئے باہر نکل گئی۔

☼ ☼ ☼

اپنے چہرے پر کسی کے لمس کے احساس نے اسے اپنی جلتی ہوئی آنکھیں کھولنے پر مجبور کیا تھا۔ اس کی پہلی نظر شبانہ آپی پر پڑی تھی وہ پریشانی سے اس کا گال سہلا رہی تھیں۔ اس کی آنکھیں یکایک پانی سے لبریز ہونے لگیں۔

"ایمن۔" ان کے پکارنے پر وہ ان کے گلے لگ کر رونے لگی۔ وہ مزید پریشان ہو کر اس کی پشت سہلانے لگیں۔

"ہوا کیا ہے بیٹا؟ کچھ تو بولو۔" ان کے پکارنے پر بھی وہ اسی طرح روتی رہی تو انہوں نے زبردستی اسے خود سے الگ کیا۔

"کسی چیز سے ڈر گئی ہو؟" ان کے پوچھنے پر بھی وہ خاموش رہی۔

"میں نے کہا بھی تھا' رضیہ آجائے گی۔ وہ آئی بھی تھی پر تم انیکسی میں تھیں تو وہ واپس چلی گئی۔" وہ اب اس کے آنسو صاف کر رہی تھیں۔

"میں تمہارے لیے کچھ لاتی ہوں۔" غزل کی آواز پر اس نے چونک کر دائیں طرف دیکھا۔ وہ واقعی غزل ہی تھی۔ بلکہ عون اور شعیب بھائی بھی وہیں تھے۔

"ماما! ٹمپریچر چیک کریں' کم ہوا یا نہیں۔"

"ہاں۔" عون کے کہنے پر انہوں نے تھرمامیٹر اس کے منہ میں رکھ دیا۔ تو وہ سر جھکا کر اپنے گود میں رکھے ہاتھوں کو دیکھنے لگی۔

"ہم ابھی شادی میں پہنچے ہی تھے کہ مون کا فون آگیا۔ وہ اپنا والٹ گھر میں بھول گیا تھا۔ وہ لینے آیا تھا۔ اس نے بتایا تم بے ہوش ہو گئی ہو۔ گھر آئے تو تم بخار میں تپ رہی تھیں۔ کل رات سے اب تمہیں ہوش آیا ہے۔ میں تو ڈر گئی تھی اور اس لیے غزل کو بلا لیا۔" اس کی نظریں بے ساختہ گھڑی کی طرف اٹھیں جہاں رات کے آٹھ بج رہے تھے۔

"اب کیسا محسوس کر رہی ہو بیٹا؟" شعیب بھائی کے پوچھنے پر اس نے سر ہلا کر انہیں تسلی دی۔

"میری وجہ سے آپ کو کافی پرابلم ہوئی۔"

"کیسی باتیں کرتی ہو۔ تم بالکل میری چھوٹی بہن بلکہ بیٹی جیسی ہو پھر پرابلم کیسی۔" شبانہ کے محبت بھرے انداز پر ان کی آنکھیں پھر بھیگنے لگیں۔

"اب تم یہ سوپ پیو۔ میں تھوڑی دیر بعد پھر چکر لگاتی ہوں۔" غزل کے آنے پر وہ تینوں باہر نکل گئے تھے۔

"میں نے پہلی بار سوپ بنایا ہے۔ پتا نہیں کیسا ہے

UrduPhoto.com

لیکن تم اس سے اندازہ کرو' میں تم سے کتنا پیار کرتی ہوں۔" غزل نے چمچ اس کے ہونٹوں سے لگاتے ہوئے کہا تو وہ مسکرا دی۔

"پتا ہے تمہاری طبیعت اتنی خراب تھی میں تو ڈر گئی تھی۔" وہ اس کے گلے لگی کہہ رہی تھی۔ "اب میں تمہیں چھوڑ کر کہیں نہیں جا رہی۔ دیکھو سارا سامان لے آئی ہوں۔" غزل کے کہنے پر اس کی نظریں اس کے بیگ تک گئیں۔ ایک وقت تھا وہ روز غزل کے آنے کی دعا کرتی تھی۔ آج جب وہ آئی تھی تو اسے کوئی خوشی محسوس نہیں ہو رہی تھی۔ وہ گم صم انداز میں باتیں کرتی غزل کا چہرہ دیکھنے لگی۔

☼ ☼ ☼

کبھی کبھی ایک لمحہ انسان کو وہ سمجھا جاتا ہے۔ جسے سمجھنے کے لیے کئی سال بھی کم پڑتے ہیں۔ وہ جو اتنی ڈرپوک تھی کہ ذرا اندھیرے سے اس کی جان جاتی تھی۔ اب گھنٹوں اندھیرے میں بیٹھی رہتی۔ اسے کوئی فرق نہیں پڑتا تھا اور جب مون کی باتیں یاد آتیں تو اس کا دل چاہتا۔ کاش وہ سارے وقت کو کہیں پیچھے موڑ پاتی۔ کاش وہ اپنے الفاظ کو اس تھپڑ کو اس کی اور اپنی یادداشت سے مٹا پاتی۔ وہ کم کتنا تھا وہ بے کیا۔ اسے بڑا ناز تھا اپنے کردار پر۔ اس نے کیا کیا۔ ایک بالکل غیر مرد کے ساتھ بغیر کسی ڈر کے ایک تنہا کمرے میں چلی گئی۔ غلطی اس کی تھی۔ ٹونی کو وہ الزام نہیں دے سکتی تھی۔ جب خود ہی اس نے اپنی احتیاط کی چادر اتار دی تھی اور وہ جسے بدکردار اور برا سمجھتی تھی۔ وہ سب سے زیادہ مضبوط ثابت ہوا تھا۔ وہ واقعی باکردار تھا جو اپنے نفس پر قابو تھا ورنہ وہ بھی مرد تھا۔ تنہائی ان کے درمیان بھی آئی تھی۔ اس دن وہ وہاں سے نکل آئی۔ وہ اسے اپنی بہادری سمجھتی رہی۔ وہ اس کی بہادری نہیں اس کی مضبوطی تھی ورنہ اگر وہ نفس کا غلام ہوتا تو وہ شاید اب تک الزام موت مر چکی ہوتی۔ وہ صحیح کہتا تھا کہ تم سے صحیح غلط کی پہچان نہیں۔ اسی لیے تو اس نے اس کمزور شخص کو اچھا سمجھا اور اس مضبوط شخص کو برا جانا۔ کبھی کبھی انسان کی آنکھ تب کھلتی ہے' جب وہ خود اپنی نظروں میں گر جاتا ہے۔ ایسا ہی اس کے ساتھ ہوا تھا۔

اس کے پیپرز میں کچھ دن رہ گئے تھے لیکن پڑھائی سے اس کا دل بالکل اچاٹ ہو چکا تھا۔ وہ زبردستی خود کو پڑھنے پر آمادہ کرتی تھی۔ کیونکہ اب پیپرز چھوڑ کر وہ ایک اور پچھتاوا اپنی زندگی میں شامل نہیں کرنا چاہتی تھی۔

☼ ☼ ☼

"سنو' میری شادی ہو گی نا۔" غزل کی آواز پر وہ سنجیدگی سے اسے دیکھنے لگی۔

"دیکھو۔"

"دیکھو کیا؟ تمہیں ضرور آتا ہے اور یہ تمہیں ہو کیا گیا ہے۔ اتنی خاموش کیوں رہتی ہو اگر مجھ سے ناراض ہو تو پہلے کی طرح غصہ کر کے لڑ کے اپنا غصہ کیوں نہیں نکال لیتیں۔" غزل اب اس کے قریب آ گئی۔

"میں تم سے ناراض نہیں ہوں۔" وہ واقعی اس سے ناراض نہیں تھی کیونکہ اب اسے انسانوں کی پہچان ہو گئی تھی۔ وہ بظاہر جیسی تھی لیکن اتنا اب وہ جان گئی تھی کہ وہ اس سے مخلص تھی۔

"پھر کیا بات ہے کسی بات سے پریشان ہو؟"

دروازے پر دستک ہوئی تو اس کی بات ادھوری رہ گئی۔ شبانہ آپی تھیں۔

"میں نے سوچا پھر شاید ٹائم نہ ملے تم دونوں کو گفٹ دے آؤں۔"

"اس کی ضرورت نہیں تھی آپی!" ایمن وہ سوٹ لیتے ہوئے ہچکچا رہی تھی۔

"یہ تم لوگوں کا حق ہے اور اب پلیز کوئی بحث نہیں۔ رات کو تم لوگ کھانا ہمارے ساتھ کھاؤ گی۔" اس کے انکار کرنے سے پہلے غزل نے ہاں کر دی تو وہ خاموشی سے اپنا سامان پیک کرنے لگی۔

دروازہ کھولتے ہی اس کی پہلی نظر مون اور بختیار پر پڑی تھی جسے گود میں بٹھا کر وہ اس کے بال کاٹنے کی کوشش کر رہا تھا۔ بختیار علی کی چیخوں پر اس نے اضطراری انداز میں پہلو بدلا۔ آج بھی ویسا ہی منظر تھا مگر اس کی آنکھ کے آگے جو غلط فہمی کا پردہ تھا' وہ ہٹ چکا تھا۔ پہلے اسے لگتا تھا۔ وہ اس کے گھر ملازم ہیں اس لیے وہ انہیں تنگ کرتا ہے۔ پر آج وہ محسوس کر سکتی تھی کہ وہ انہیں ملازم سمجھتا ہی نہیں تھا اور شاید اسی لیے انہیں اپنے گھر والوں کی طرح ٹریٹ کرتا تھا۔ اسی لیے تو بختیار کو اس نے گود میں بٹھایا ہوا تھا۔

"آ ے ایمن! آؤ۔" شبانہ آپی کی آواز پر مون نے اس کی طرف دیکھا اور پھر دوبارہ بختیار کو تنگ کرنے میں

مصروف ہو گیا۔

"واہ بھئی غزل! آج تو بڑی زبردست لگ رہی ہو۔ کہاں بجلی گرانے کا ارادہ ہے؟" غزل کو دیکھتے ہی وہ شروع ہو گیا۔ جانے کیوں اسے تکلیف ہوئی تھی۔ آج سے کچھ عرصہ پہلے وہ اسے یوں نظر انداز کرتا تو وہ خوش ہوتی لیکن آج وہ بے چینی سے پہلو پہ پہلو بدل رہی تھی۔

"نہیں بھئی۔ مٹھائی کھائیں۔" عون نے مٹھائی کا ڈبہ اس کے سامنے کیا۔

"یہ کس خوشی میں بھئی؟" غزل نے گلاب جامن پکڑتے ہوئے اس کا چہرہ دیکھا۔

"جناب جی پھپھا بن گئے ہیں۔"

"مطلب۔" غزل حیران ہوئی۔

"مقبول پھپھو بنی ہے تو لازمی بات ہے 'یہ بھی پھپھا بنا۔'"

"اچھا۔" عون کے بتانے پر وہ قہقہہ لگا کر ہنس پڑی۔

"اب آپ نے تو میری چچی لے کر آئی نہیں تو میں ایسے رشتے بنا کر ہی خوش ہو جاتا ہوں۔"

"ہائے ظالم' یہ کیا کہہ دیا۔" عون نے دل پر ہاتھ رکھ کر کہا تو وہ دونوں ہنس پڑے جبکہ وہ سر جھکائے آنسو پینے کی کوشش کر رہی تھی۔

کھانے کے دوران وہ تینوں چہکتے رہے۔ شعیب بھائی اپنے کمرے میں گئے تو شبانہ آپی چائے بنانے کے لیے اٹھ گئیں۔ غزل ان کے پیچھے گئی تھی۔ عون کا فون آیا تو وہ بھی اندر چلا گیا۔ اب صرف وہ دونوں رہ گئے تھے۔ وہ بھی اس کو دیکھے بغیر باہر نکل گیا تو وہ بغیر سوچے سمجھے اس کے پیچھے نکل آئی۔ قدموں کی آواز پر وہ پیچھے مڑا۔ اسے دیکھ کر وہ ایک پل کے لیے حیران ہوا تھا۔

"میں آپ سے معافی مانگنا چاہتی ہوں۔ جو میں نے کیا اور کہا' میں اس پر بہت شرمندہ ہوں۔ اگر آپ مجھے معاف کر دیں تو میرا گلٹ کچھ کم ہو جائے گا۔"

"معذرت تو مجھے آپ سے کرنی چاہیے [illegible] آپ کو یہ سب کہتا۔ آپ اپنی مرضی کی مالک ہیں۔ جہاں تک معافی کی بات ہے تو [illegible] آپ بھی بھول جائیں جو ہوا وہ سب یہیں ختم ہو گیا۔"

[illegible]

اس کے لفظوں کے ساتھ اس کا لہجہ بھی کتنا بے گانہ تھا۔

"سب ختم ہو گیا۔" اس نے زیر لب دہرا کر گیٹ کو دیکھا جہاں سے ابھی ابھی وہ نکلا تھا۔ آہستہ آہستہ سامنے کا منظر دھندلاتا گیا۔ اگلے ہی پل وہ تیزی سے انیکسی کی طرف بڑھی تھی۔

☆ ☆ ☆

"اس نے مجھے معاف نہیں کیا۔" یہ سوچ اس کے دماغ سے نکلنے کو تیار نہیں تھی۔

"پتا ہے پھوپھو! میری انگلش کافی ویک ہے۔ سمری تو مجھے بالکل بھی یاد نہیں ہوتی' لیکن کل آپ نے مجھے جس طرح سمجھایا تھا' مجھے فوراً" یاد ہو گئی۔ ٹیچر نے بھی مجھے گڈ دیا۔" اپنی بارہ سالہ بھتیجی کی پرجوش آواز پر ایمن نے مسکرا کر اسے دیکھا۔

"اور پھوپھو! آپ کی کوکنگ بھی بہت اچھی ہے اور یہ سینڈوچ تو آپ کمال کے بناتی ہیں۔"

وہ باتونی ہونے کے ساتھ مسکہ لگانے میں بھی تیز تھی۔ اس کا اندازہ اسے اب ہوا تھا۔ پہلے تو وہ کبھی گھر والوں کے اتنے قریب نہیں رہی تھی لیکن اب تنہائی سے بچنے کے لیے وہ سب میں بیٹھنے لگی تھی۔ اس کے بھتیجے بھتیجیاں اس سے کافی مانوس ہو گئے تھے۔

"بھابھی! آج کیا بناؤں؟" فوزیہ بھابھی کو اندر داخل ہوتے دیکھ کر اس نے پوچھا۔ وہ فرج سے پانی نکال کر اس پر نظر ڈالے جواب دیے بغیر باہر نکل گئی تھیں۔ اس کے مسکراتے لب سکڑ گئے۔

"پھوپھو! چلیں نا' ہم باتیں کرتے ہیں۔ امی کی تو عادت ہی ایسی ہے۔" اس کی بھتیجی اس کا اترا منہ دیکھ کر پھر شروع ہو چکی تھی۔

"تم خود بتاؤ' خرابی کیا ہے میرے بھائی میں؟ دیکھا بھالا ہے' اپنا کاروبار ہے' بس پڑھا زیادہ نہیں نا' اس وجہ سے [illegible] انکار کر دیا۔" فوزیہ بھابھی کی غصیلی آواز پر اس کے قدم خود بخود رک گئے۔ اس نے تھوڑا سا اندر جھانکا' ان کے مقابل اس کی دوسرے نمبر والی شیزانہ بھابھی تھیں۔

"[illegible] سرفراز ملانے ہوئے تھے' اس دن اپنی ماں کے پاس کیا گئے' خیالات ہی بدل گئے۔ ایمن زیادہ پڑھی لکھی ہے [illegible]۔ تم دیکھ لینا شیزانہ' لڑکوں کے ساتھ پڑھ کر

تی ہے۔ کوئی چاند تو چڑھائے گی۔ یہ ہر رشتے سے انکار بے وجہ تو نہیں' ضرور اس کا کوئی چکر ہے۔ ابھی تو میری بات سن کر سرفراز غصے میں آ گئے تھے لیکن تم دیکھ لینا ضرور کسی لڑکے سے اس کی دوستی ہے۔" مزید سننے کی اس میں تاب نہیں تھی' وہ سرخ چہرہ لیے اپنی ماں کے کمرے میں آ گئی۔ وہ نماز پڑھ رہی تھیں۔ وہ خاموشی سے زمین پر ان کے قریب بیٹھ گئی۔

"کیا بات ہے ایمن؟" سلام پھیر کر انہوں نے بغور اس کا سرخ چہرہ دیکھا تو وہ سر نفی میں ہلا کر زمین پر انگلی سے نقش و نگار بنانے لگی۔

"کچھ تو بات ہے۔"

"امی! بھابھی کو مجھ سے کیا پرابلم ہے؟"

"کیوں کیا ہوا؟" ان کی آنکھوں میں اب تشویش اتر آئی تھی۔

"میں بات کروں بھی تو مجھ سے بات نہیں کرتیں۔ ثریا' سعد بھی میرے پاس بیٹھے ہوں تو انہیں لے جاتی ہیں اور ابھی شیزانہ بھابھی سے کہہ رہی تھیں کہ میں لڑکوں کے ساتھ پڑھی ہوں تو ضرور کوئی چاند چڑھاؤں گی۔ امی! آپ کو بھی ایسی لگتی ہوں؟" آخر میں اس کی آواز رندھ گئی تو … انداز میں تسبیح کو دیکھتی ہوئی سعدیہ بیگم چونک …

"مجھے تم پر پورا یقین ہے بیٹا! اور فوزیہ کی عادت ہی ایسی ہے' اس کی باتوں کو دل پر لینے کی ضرورت نہیں۔"

"… کس وجہ سے وہ مجھ پر تہمت لگا رہی ہیں۔"

"دراصل وہ اپنے بھائی کے لیے کافی عرصے سے … لیے کہہ رہی تھی۔ ایک تو وہ لڑکا مجھے اتنا خاص … اوپر سے اتنی بڑی فیملی اور سارے کے سارے … ہو کر ایک۔ میں نے تو سرفراز کو صاف منع کر … بے خار کھائے بیٹھی ہے' اسے لگتا ہے اس کی … ہے۔" وہ خاموشی سے جائے نماز کو دیکھنے …

"… بھائی نہیں تو کہیں تو شادی کرنی ہے نا بیٹا! … کی شادی میں نے جلدی کر دی تھی اور … کے دو بچے تھے۔ تمہارا شوق دیکھتے ہوئے … بارے میں سوچا نہیں تھا۔ لیکن ہر رشتے … نہیں کر سکتی۔ ایک وقت ہوتا ہے جب … پھر ایک وقت … ہے کوئی …

آتا نہیں۔ تمہارا باپ تو ہے نہیں۔ ان تین بھائیوں نے ہی تمہاری شادی کرنی ہے۔ سرفراز کی اپنی بچی جوان ہو رہی ہے۔ ابھی نہیں پر تین چار سال تک اس نے اسے بھی بیاہنا ہے۔ میں چاہتی ہوں۔ اس سے پہلے کہ سب کو تمہارا وجود بوجھ لگے' تم اپنے گھر والی ہو جاؤ۔" وہ اب بھی خاموش تھی۔

"تمہاری چچی کئی بار مجھ سے تمہارے لیے بات کر چکی ہیں۔ لیکن تم ابھی ابھی امتحان سے فارغ ہوئی تھیں تو میں نے بات نہیں کی۔" ایمن نے اب سر اٹھا کر ان کا چہرہ دیکھا۔

"عادل کی بات کر رہی ہوں۔" اس کی سوالیہ نظریں محسوس کر کے وہ بولیں تو وہ ایک بار پھر سر جھکا گئی۔ "پہلے تو میں اس وجہ سے خاموش تھی کہ منگنی ٹوٹے زیادہ عرصہ نہیں ہوا تھا۔ دوسرا فوزیہ نے اپنی مصیبت ڈالی ہوئی تھی۔ کل میں نے سرفراز' فیاض اور نیاز تینوں سے بات کی ہے۔ وہ تینوں عادل پر متفق ہیں۔ میں آج تمہاری چچی سے بات کرنے والی ہوں۔ تمہیں کوئی اعتراض تو نہیں؟"

سارے فیصلے کر کے وہ اس سے اس کا فیصلہ پوچھ رہی تھیں۔

"کیا تمہیں کوئی اعتراض ہے؟" اسے مسلسل خاموش دیکھ کر انہوں نے سنجیدگی سے پوچھا تو اس نے غور سے ان کا چہرہ دیکھا ان کی کھوجتی نظریں خود پر محسوس کر کے ایک استہزائیہ مسکراہٹ اس کے چہرے پر آ گئی تھی۔

"جو آپ کو اور بھائی کو ٹھیک لگے امی! مجھے کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔" اس کے جواب دینے پر انہوں نے مسکرا کر اس کے سر پر ہاتھ پھیرا اور جائے نماز سمیٹ کر کھڑی ہو گئیں جبکہ وہ چہرہ گھٹنوں پر ٹکا کر ویسی ہی بیٹھی رہی۔

اسے یہاں آئے بمشکل ایک ہفتہ ہوا تھا' جب اس نے عادل کی منگنی ٹوٹنے کی خبر سنی تھی۔ عادل کی منگنی ہونے پر اسے کتنا دکھ ہوا تھا۔ یہ صرف وہ جانتی تھی لیکن اس کے منگنی ٹوٹنے پر خوشی تو دور کی بات اسے کچھ بھی محسوس نہیں ہوا تھا۔ اب عادل سے اس کی منگنی کی بات ہو رہی تھی' اس کی خواہش کہ وہ اس گھر کا حصہ بنے' پوری ہو رہی تھی لیکن دل کو کوئی خوشی نہیں تھی۔

ایسا اس کے ساتھ کیوں ہو رہا تھا؟ یہ وہ خود نہیں جانتی تھی۔

لے کر سوچا "پھر اگر وہ عادل ہو تو حرج ہی کیا ہے۔"
کبھی وہ اسے پسند کرتی تھی۔ شاید اس لیے کہ تب دنیا صرف اس گھر کے اندر تک محدود تھی اور جب دنیا وسیع ہوئی تو اس نے دنیا کے کتنے ہی رنگ دیکھے۔ اچھے بھی اور برے بھی۔ وہ طلعت سے ملی۔ اسے اچھا جانا وہ کیا نکلا۔ اسے تو اس کے نام سے بھی اب خوف محسوس ہوتا تھا۔ اس ایک شخص کی وجہ سے وہ اپنے ساتھ ساتھ کسی اور کی نظروں میں بھی گر گئی تھی۔ وہ یکدم چونک کر سیدھی ہوئی۔ اسے کیوں ہر وقت یہ پرواہ رہتی ہے کہ وہ شخص اسے اچھا نہیں سمجھتا؟ اس کی ناراضی نے اسے اب تک کیوں بے چین کر رکھا ہے؟ کئی سوال اس کے سامنے کھڑے تھے۔ اس نے دل کو ٹٹولا۔ وہ کچھ کہہ رہا تھا اب آنکھیں اسے دیکھنے سے قاصر تھیں۔
"پتا نہیں۔" مسلسل خاموشی پر وہ زیر لب بڑبڑا کر رہ گئی۔

☼ ☼ ☼

وہ تھکے ہوئے انداز میں دروازے کی طرف بڑھ رہی تھی جب اس نے عادل کو اندر داخل ہوتے ہوئے دیکھا۔ وہ دونوں اپنی جگہ جم گئے۔
"السلام علیکم۔" خاموشی کو پہلے اس نے ہی توڑا تھا۔
"کیسی ہو ایمن؟"
"ٹھیک ہوں۔" وہ مسکرا کر باہر کی طرف بڑھی۔
"تھوڑی دیر تو رکو۔"
"پھر آؤں گی۔ ابھی رعنا کے ساتھ بازار سے آ رہی ہوں ذرا تھک گئی ہوں۔"
"ہوں۔" عادل نے بغور اس کا اترا ہوا چہرہ دیکھا۔
"گھر میں تمہاری اور میری منگنی کی بات ہو رہی ہے۔ جانتی ہو؟"
"جی۔" وہ نظریں جھکا کر اپنے جوتے کو دیکھنے لگی۔
"تم خوش ہو؟"
"آپ کو کیا لگتا ہے؟" وہ نظریں اٹھا کر اس کا چہرہ دیکھنے لگی تو وہ مسکرا دیا۔
"میں کچھ جان نہیں پا رہا' اس لیے تم سے پوچھ رہا ہوں۔"
"آپ خوش ہیں؟" وہ الٹا اسی سے پوچھنے لگی۔
"بہت۔" اسے بغور اپنی طرف دیکھتا پا کر اس نے نظریں جھکا لیں۔
"چلتی ہوں۔"
"ابھی میرے سوال کا جواب نہیں دیا تم نے؟" وہ کچھ دیر خاموش رہی پھر اسی طرح جھکی نظروں سے بولی۔
"امی نے کچھ سوچ سمجھ کر ہی فیصلہ کیا ہو گا اور جہاں تک میری بات ہے اگر میں خوش نہیں تو ناخوش بھی نہیں۔"
"کیا تمہارے خوش نہ ہونے کی وجہ میری پہلی منگنی ہے؟"
"نہیں' ایسی کوئی بات نہیں۔"
"پھر کیا میں تمہیں پسند نہیں؟" وہ پریشانی سے انگلیاں مسلنے لگی۔
"پھر کیا بات ہے؟"
"کوئی بات نہیں۔ میں نے کوئی شکایت کی ہے آپ سے؟" اس کے خفا انداز پر وہ کھل کر مسکرایا تھا۔
"تو کیا مجھ سے محبت کرتی ہو؟"
"محبت کرنا ضروری ہے۔"
"بالکل۔ کامیاب شادی شدہ زندگی کے لیے دونوں فریقوں کے دل میں محبت کا ہونا ضروری ہے۔ تب ہی تو وہ ایک دوسرے کی خامیوں اور خوبیوں کو اپنا سکیں گے۔"
"محبت۔" وہ اس لفظ پر اٹک کر رہ گئی۔
"ایمن!"
"جی۔" عادل کے پکارنے پر وہ چونک کر بولی۔
"ہو سکتا ہے تم سوچتی ہو کہ فرخ سے بھی تو میں نے اپنی مرضی سے منگنی کی تھی۔ ہاں ایسا تھا۔ اس کی ذات سے زیادہ شاید میں اس کی امارت سے متاثر ہو گیا تھا۔ لیکن تم' تم سب سے الگ ہو۔"
"ایک اور کمزور شخص۔" اس نے نظریں اٹھا کر عادل کا چہرہ دیکھا۔
"تم سے شادی میں سو فیصد میرے دل کی مرضی شامل ہے۔ اسی لیے تو تمہاری خوشی میرے لیے اہم ہے۔ میں چاہتا ہوں' تمہارا دل بھی سو فیصد میرے حق میں ہو۔ میں یہ نہیں کہتا۔ تم ابھی اسی وقت مجھ سے محبت کرنا شروع کر دو۔" وہ ہلکے سے ہنسا "کیونکہ محبت کوشش سے نہیں کی جاتی' بس ہو جاتی ہے۔ لیکن چلو ایک تسلی تو ہوئی کہ تم مجھے ناپسند بھی نہیں کرتیں۔" وہ اس کی آنکھوں میں دیکھ کر شرارت سے مسکرایا۔ تو وہ نظریں چرا گئی۔

UrduPhoto.com

"چلتی ہوں۔" اسے مزید کچھ کہنے کا موقع دیے بغیر وہ باہر نکل آئی۔

"محبت۔" بیڈ پر لیٹ کر وہ اس لفظ کو سوچنے لگی۔ وہ عادل سے محبت نہیں کرتی۔ یہ تو وہ جانتی تھی۔ لیکن کیا فرق پڑتا ہے۔ ضروری تو نہیں جس سے شادی ہو' اس سے محبت بھی ہو۔ محبت شادی کے بعد بھی تو ہو سکتی ہے۔ اس نے آنکھیں بند کر کے کروٹ بدل لی۔

"اور محبت تو میں نے کبھی کسی سے بھی نہیں کی۔" نیند کی وادی میں اترنے سے پہلے اس نے خود کو باور کروایا تھا۔

☼ ☼ ☼

"پھوپھو! دادو آپ کو بلا رہی ہیں۔" اس کی بھتیجی نے اسے پیغام دیا تو وہ مڑ کر اسے دیکھنے لگی۔

"آتی ہوں۔"

"پھوپھو! وہ غزل پھوپھو کا فون ہے۔" اس نے جلدی سے استری کا پلگ کھینچا اور باہر نکلی۔

"لو آ گئی ہے۔" اسے دیکھتے ہی سعدیہ بیگم نے فون اسے تھمایا۔

"ہیلو ایمی!" ایک پل کے لیے وہ ساکت رہ گئی۔ اس کی ایک ہارٹ بیٹ مس ہوئی تھی۔ وہ غزل کی آواز تو پہچان گئی تھی۔ لیکن یہ نام۔ اس کی خاموشی پر وہ کھلکھلا کر ہنس پڑی۔

"مجھے پتا تھا' تمہیں برا لگے گا۔ مون بھی تمہیں چڑانے کے لیے ایمی کہتا تھا۔" وہ مسکرا بھی نہیں سکی تھی۔

"کیسی ہو؟"

"ٹھیک ہوں' تم سناؤ!"

"بالکل ٹھیک ٹھاک ہوں۔ تمہیں بہت مس کرتی ہوں۔ دیکھو تو' اس لیے تمہیں فون بھی کر لیا جبکہ تم نے [illegible] مڑ کے بھی نہیں دیکھا۔"

"ممی کی تمہیں بہت یاد کرتی ہوں۔" ایمن کے لہجے [illegible] کہ وہ کچھ لمحوں کے لیے خاموش ہو گئی۔

"اچھا سنو' رزلٹ آنے والا ہے۔ امید ہے۔ ہم دونوں [illegible] جائیں گے۔ پھر بعد میں مارکس شیٹ لینے اکٹھے [illegible]۔ میں تمہیں فون کروں گی ٹھیک ہے۔" غزل [illegible] تسلی دی تھی۔ ایک اور بات وہ ڈاکٹر طلعت تھا نا۔ [illegible] اس کا مجھے کل فون آیا تھا۔ تمہارا فون نمبر اور گھر کا [illegible] پوچھ رہا تھا۔

"پھر؟" وہ خوف زدہ انداز میں بولی۔

"پھر کیا' میں نے دے دیا۔ اب میرا خیال ہے' مجھے تمہاری شادی پر آنے کی تیاری کر لینی چاہیے۔ دیکھو تو' میں نے تم سے پہلے ہی کہا تھا۔ وہ تم پر فدا ہے۔"

"غزل! پہلے تمہیں مجھ سے پوچھ تو لینا چاہیے تھا۔" اس کے جھنجلائے انداز پر دوسری طرف خاموشی چھا گئی۔

"کیوں کیا ہوا؟"

"چ' اب میں تمہیں کیا بتاؤں؟" بے بسی سے وہ گہرا سانس لے کر رہ گئی۔

"پھر بھی ایمن! کچھ تو کہو۔ تم نے تو مجھے پریشان کر دیا ہے۔"

"میرے گھر والے اچھا نہیں سمجھیں گے' خاص طور پر میری بھابھیاں انہیں ایک ایشو مل جائے گا مجھے ٹیز کرنے کے لیے۔"

"اس میں برا لگنے والی کیا بات ہے۔ اچھا خاصا رشتہ ہے اور پھر باقاعدہ پرپوزل بھیجے گا۔" ایمن نے بے اختیار اپنا سر تھام لیا۔ اب وہ کیسے اسے سمجھاتی۔

"غزل! پلیز میرا ایک کام کر دو' اسے منع کر دو۔ میرے گھر نہ آئے ایک تو وہ مجھے بالکل پسند نہیں۔ دوسرا میری بات میرے کزن سے چل رہی ہے۔"

"او ریلی کتنی بدتمیز ہو ایمن!! اچھی خبر اب بتا رہی ہو۔"

"غزل! تم اسے منع کر دو گی نا؟"

"ہاں۔ تم فکر مت کرو۔"

"اور سب لاہور میں ٹھیک ہے؟"

"ہاں' سب ٹھیک ہے کچھ دن پہلے میں شبانہ آپی کی طرف گئی تھی۔ سب تمہارا پوچھ رہے تھے۔"

"کون؟" اس کی ساری توجہ اس کے جواب پر مرکوز ہو گئی۔

"آپی' شعیب بھائی' عون حتیٰ کہ وہ رضیہ اور ڈھولو بھی۔"

"اور۔"

اور کیا بس مون کی منگنی ہو رہی ہے۔ آپی بتا رہی تھیں بڑی پیاری لڑکی پسند کی ہے۔ اب مون اور عون کی اکٹھی شادی کرنی ہے۔ مون ان دونوں دبئی گیا ہوا تھا ورنہ میں اس کی اچھی خاصی کھنچائی کرتی۔ بہرحال کل عون کا فون آیا تھا۔ بتا رہا تھا مون آ گیا ہے۔ اب کل جاؤں گی ہیلو۔" ایمن کی طویل خاموشی پر غزل زور سے بولی۔ تو وہ چونک کر

ہواسوں میں آئی۔

"ہاں۔"

"بس پھر میرے فون کا انتظار کرنا۔"

"ہاں ٹھیک ہے۔"

"خدا حافظ۔" کہہ کر اس نے فون کریڈل پر ڈال دیا۔ اور سست انداز میں چلتے ہوئے کمرے میں آگئی۔ ابھی کپڑوں کا ڈھیر پڑا تھا۔ جنہیں اس نے پریس کرنا تھا۔ لیکن وہ چپ چاپ بستر پر لیٹ گئی۔ آنکھیں بند کرتے ہی کتنے ہی منظر آنکھوں میں گھومنے لگے اور ان مناظر میں صرف ایک ہی چہرہ تھا۔ وہ شرارت سے چمکتی آنکھیں اس کے بہت قریب تھیں۔ اس کے منہ پر کیک لگاتا ہوا۔ اس کے پیچھے بھاگتا ہوا۔ اندھیرے میں موم بتی جلاتا ہوا۔ اس نے پٹ سے آنکھیں کھول دیں۔ ساتھ ہی دو آنسو لکیر بناتے ہوئے اس کے بالوں میں جذب ہو گئے۔

"ایمی۔" وہی آواز اس کے بہت قریب سنائی دی تو اس نے چونک کر اردگرد دیکھا۔ وہ کہیں نہیں تھا پر اس کی آواز بڑھتی جا رہی تھی۔ دل نے جو دیکھا تھا۔ نظریں بھی اب وہ دیکھ سکتی تھیں۔ محسوس کر رہی تھیں۔ اس کے بے آواز آنسو سسکیوں میں بدلنے لگے۔ تو اس نے تکیہ منہ پر رکھ لیا۔

☼ ☼ ☼

"آؤ ایمن۔" اسے دیکھ کر وہ کھل کر مسکرایا تو وہ سر جھکا کر اندر آگئی۔

"بیٹھو۔" عادل نے صوفے کی طرف اشارہ کیا مگر وہ یونہی کھڑی رہی۔

"میں آپ سے شادی نہیں کر سکتی۔ اگر ہو سکے تو آپ یہ منگنی رکوا دیں۔" اور وہ اتنا حیران ہوا کہ بے اختیار کھڑا ہو گیا۔ وہ ایک نظر اس پر ڈال کر مڑنے والی تھی جب اس کی پکار پر رک گئی۔

"پر کیوں ایمن؟"

"میں خوش نہیں ہوں۔ اور آپ نے ہی کہا تھا نا کہ یہ [illegible] میں نے بہت کوشش کی۔ میں خود کو اس رشتے کے لیے تیار کر سکوں لیکن میں نے محسوس کیا ہے کہ [illegible] آپ سے محبت [illegible] آپ بہت اچھے ہیں لیکن میں آپ کو وہ [illegible] نہیں چاہتی تھی۔"

وہ ابھی تک اتنا حیران تھا کہ اسے کوئی دلیل دے کر اسے مطمئن نہیں کر سکا۔ اس کی حیرانی بھی بجا تھی۔ وہ تو اتنی بزدل تھی کہ کوئی اس سے ناراض نہ ہو جائے۔ کسی مشکل کام سے بھی انکار نہیں کر پاتی تھی کہاں وہ کتنی بڑی بات بے خوفی سے کہہ گئی تھی۔ وہ ایمن بذات خود بہت بزدل تھی۔ لیکن وہ محبت جس کا ادراک اسے کل ہوا تھا وہ محبت کمزور نہیں تھی۔ اس محبت نے اسے بہادر بنا دیا تھا۔ لیکن وہ یہ نہیں جانتی تھی' یہ بہادری اسے کافی مہنگی پڑنے والی ہے۔ اس کے انکار نے جیسے گھر میں طوفان کھڑا کر دیا تھا۔

"میں پوچھتا ہوں۔ تمہیں کس نے اتنی جرأت دی کہ تم اپنے بارے میں خود فیصلہ کرتی پھرو۔" اس کے بڑے بھائی سرفراز اس کے سر پر کھڑے چیخ رہے تھے۔ اس کی نظریں زمین پر گڑی تھیں جبکہ دل الگ رک رک کر چل رہا تھا۔

"اتنی منہ زور اور بدلحاظ لڑکی میں نے آج تک نہیں دیکھی۔ کل عادل نے جب آکر مجھے کہا کہ ایمن اس سے شادی نہیں کرنا چاہتی' اس لیے یہ منگنی نہیں ہو گی تو میرا شرم سے سر ہی نہیں اٹھ رہا تھا۔ اتنی بے شرمی! وہاں یونیورسٹی سے یہی سیکھ کر آئی ہو۔" اچانک انہوں نے اپنا رخ ماں کی طرف کر لیا۔

"یہ ساری آپ کی دی ہوئی چھوٹ ہے۔ میں نے کتنا منع کیا تھا اسے اتنا نہ پڑھائیں جہاں سب کی شادی جلدی کی ہے' اس کی بھی کر دیں پر آپ نے میری کہاں سنی آپ دیکھ لیں۔" سرفراز بھائی نے اس کے جھکے سر کی طرف اشارہ کیا تو اس کی ماں نے شرمندہ ہو کر نظریں چرا لیں۔

"یونیورسٹی میں لڑکے بھی تو ہوتے ہیں اور پھر انکار ایسے ہی تو نہیں کیا ہو گا۔ ہو گی کوئی وجہ۔" ناز بھابھی نے آنکھیں گھما کر سر سے پیر تک اس کا جائزہ لیا۔

"تم اپنی بکواس بند کرو۔" فیاض بھائی نے گرج کر اپنی بیوی کو گھورا تو وہ منہ ہی منہ میں بڑبڑا کر رہ گئیں۔

"تمہارے انکار کی اگر کوئی وجہ ہے تو ابھی بتا دو۔" اس نے بڑی مشکل سے اپنے بے جان ہوتے سر کو نفی میں حرکت دی۔

"اور میری ایک بات یاد رکھنا ایمن! اگر کوئی ایسی بات ہی تو میں خود تمہارا گلا دبا دوں گا۔ اس سے پہلے کہ تم ہماری عزت کا جنازہ نکالو اس گھر سے تمہارا جنازہ نکلے گا۔"

UrduPhoto.com

سرفراز بھائی کے سرد الفاظ اس کے اندر تک اتر گئے۔ محفل برخاست ہو چکی تھی۔ سب اپنے کمروں میں جا چکے تھے صرف وہ اور اس کی ماں سر جھکائے وہیں بیٹھے تھے۔ وہ اپنی پوری توانائی صرف کرتے ہوئے ان کے قریب آئی۔

"امی! کیا آپ کو بھی میرا یقین نہیں؟"

"اب تک تو یقین ہی تھا ایمن! پر اب میرا یقین ڈگمگانے لگا ہے۔ میری سب سے فرماں بردار بچی تم تھیں۔ میں کم از کم تم سے اس سب کی امید نہیں رکھتی تھی۔" ماں کی ملامت بھری نظروں پر اس کا سر جھک گیا تھا۔ "پہلے تو تمہیں عادل پر کوئی اعتراض نہیں تھا پھر اچانک ایسا کیا ہوا۔ جو تم نے صاف اس کے منہ پر منع کر دیا۔ تم مجھے بتا سکتی تھیں۔ میں مناسب طریقے سے بات کرتی۔" وہ اسی طرح سر جھکائے اپنے آنسو پیتی رہی۔

"آج تمہارے بھائیوں نے تمہارے ساتھ ساتھ مجھ پر بھی انگلی اٹھائی۔ تمہاری اس حرکت سے میری تربیت پر حرف آیا ہے۔ جانتی ہو تمہاری بھابھیاں اب اس بات کا کیسے بتنگڑ بنائیں گی۔ ہر جگہ تمہیں بدنام کر کے رکھ دیں گی۔" اب ان کی آواز سے غصہ جھلکنے لگا تھا۔ "ادھر دیکھو ایمن! میری طرف۔" انہوں نے اس کا چہرہ اونچا کیا۔

"میرے ساتھ جھوٹ مت بولنا۔ تمہاری ماں ہوں میں۔ تمہاری رگ رگ سے واقف ہوں۔ تم میں تو اپنے بھائیوں کا غصہ حتیٰ کہ بھائیوں کی شکی نظریں برداشت کرنے کی ہمت نہیں تھی۔ آج ایسا کیا ہوا ہے جس نے تمہیں اتنی ہمت دے دی کہ تم عادل کے سامنے کھڑی ہو کر اسے منع کر آؤ۔ بھابیوں کی باتیں بھی تم نے سن لیں۔ بھائیوں کا غصہ بھی برداشت کر لیا۔" ان کی کھوجتی نظریں محسوس کر کے اس نے نظریں جھکا لیں۔

"مجھے عادل بھائی پسند نہیں۔" سعدیہ بیگم نے جھٹکے سے اس کے چہرے سے ہاتھ ہٹائے۔

"پسند کیا ہے ایمن! پھر کون پسند ہے تمہیں؟" ان کے سلگتے ہوئے انداز پر اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔

"باہر سے آنے والا کوئی رشتہ تمہیں پسند نہیں تھا اور اب تمہیں عادل بھی پسند نہیں۔ جب دل اور نظر میں کوئی سما جائے تب کوئی دوسرا نہیں جچتا میں وہی تم سے پوچھ رہی ہوں کہ کون تمہاری نظروں اور دل میں سما گیا ہے۔" ان کے سوال پر اس کا چہرہ خفت سے سرخ ہو گیا۔

"کیا کوئی نہیں ہے امی!"

"ایسا ہونا بھی نہیں چاہیے ایمن اور نہ تمہارے بھائی عزت اور اپنی انا کے لیے کچھ بھی کرنے سے دریغ نہیں کریں گے۔" وہ اٹھ کر چلی گئیں۔ جبکہ وہ وہیں بیٹھی رہ گئی۔ آنسو خاموشی سے زمین پر گرتے رہے۔

☼ ☼ ☼

"سنا ہے تمہاری شادی ہو رہی ہے۔" غزل کی آواز پر مون نے شرارت سے اس کا چہرہ دیکھا۔

"یہ افواہ کس دشمن نے اڑائی ہے؟"

"میں نے تو کم از کم بالکل نہیں۔" اپنی طرف دیکھتا پا کر عون نے جلدی سے ہاتھ کھڑے کر کے کہا۔

"بے فکر رہو ابھی نہیں کر رہا۔ تم اپنی دوست کی سناؤ۔"

"ہاں۔" وہ ایک دم کچھ یاد آنے پر سیدھی ہوئی۔ "کچھ دن پہلے ٹونی کا فون آیا تھا وہ ایمن کا ایڈریس اور فون نمبر مانگ رہا تھا۔" مون اور عون نے بے ساختہ ایک دوسرے کو دیکھا تھا۔

"پھر!"

"پھر کیا میں نے دے دیا۔"

"تم نے کیوں دیا؟" مون کے ماتھے پر بل پڑ گئے۔ تو غزل نے حیرت سے اسے دیکھا۔

"پرابلم کیا ہے؟ ایمن کو بتایا تو وہ بھی کاٹ کھانے کو دوڑی تھی اور اب تم بھی کھانے کو تیار ہو۔" مون نے بے اختیار گہرا سانس لے کر خود کو نارمل کیا۔

"ایمن نے کیا کہا؟" عون نے پوچھا۔

"اس نے کہا تھا۔ میں ٹونی کو منع کر دوں۔ ایکچوئلی اس کے گھر والے کافی کنزرویٹو ہیں۔ دوسرے اس کی بات اس کے کزن سے چل رہی ہے۔" عون کی نظریں بے ساختہ مون کی طرف اٹھی تھیں اس کے دیکھنے پر مون نظریں چرا کر غزل کو دیکھنے لگا۔

"پھر کب کر رہی ہے ایمن شادی۔" عون نے مسکرا کر غزل کو دیکھا۔

"یہ تو مجھے پتا نہیں۔ رزلٹ پر آئے گی لاہور، پھر پوچھوں گی۔" باتوں کے دوران اس نے سرسری سی نظر خاموش بیٹھے مون پر ڈالی اور دوبارہ مسکرا کر غزل کی طرف متوجہ ہو گیا۔

☼ ☼ ☼

اپنے پاس ہونے کی خبر سن کر وہ کتنی دیر تک گم صم رہی۔ اس ایک منزل کو پانے کے لیے اس نے کیا کھویا اور کیا پایا اس کا حساب کتاب کرنے بیٹھی تو سب سے بڑا نقصان تو دل کا ہوا تھا۔ بے شک اس کی زندگی میں سکون اور اطمینان نہیں تھا۔ پر ایسی بے چینی بھی نہیں تھی۔ جس سے محبت کی تھی۔ وہ تو اپنی دنیا میں مست ہو گا' اسے یاد بھی نہیں ہو گا کہ ایک تھی ایمی جو بہت عام سی تھی پر جس کے لیے وہ بہت خاص ہو گیا تھا۔ آزردگی سے سوچتی ہوئی وہ سرفراز بھائی کے کمرے کی طرف چلی آئی۔

"کون؟" اس کی دستک کے جواب میں سرفراز بھائی کی بھاری آواز سنائی دی تو وہ تھوک نگلتے ہوئے اندر داخل ہو گئی۔ اسے دیکھ کر وہ حیران ہوئے تھے۔

"وہ میرا رزلٹ آ گیا ہے۔ مارکس شیٹ لینے جانا ہے۔"

"تو؟" ان کے سوال پر وہ بس انہیں دیکھ کر رہ گئی۔

"میرے پاس تو اتنا وقت نہیں۔ آج کل کام بہت زیادہ ہے اور پہلے بھی تم خود آتی جاتی تھیں۔ اب بھی چلی جاؤ۔" وہ اسے جواب دے کر بے نیازی سے نوٹ گننے لگے تو اس نے بھابھی کی طرف دیکھا۔ ان کی معنی خیز نظریں خود پر محسوس کر کے وہ تیزی سے باہر نکل گئی۔

☼ ☼ ☼

"گھر میں تو سب بہت خوش ہوں گے تمہارے رزلٹ کو دیکھ کر۔ کافی شاندار مارکس لیے ہیں تم نے۔" غزل کے توصیفی انداز پر وہ گہرا سانس لے کر رہ گئی۔ خوش ہونا تو دور کی بات ہے' گھر میں کسی نے اسے مبارک باد بھی نہیں دی تھی۔

"شبانہ آپی کی طرف چلو گی؟"

"نہیں۔" اس کا خوف چہرے سے نمایاں ہو گیا۔ لیکن غزل کا سارا دھیان ڈرائیونگ پر تھا۔

"بڑی بے مروت ہو۔ وہ لوگ تمہیں پوچھ پوچھ کر تھک گئے اور تم ملنا بھی نہیں چاہتیں۔"

"دیر ہو جائے گی غزل!"

"نہیں ہوتی دیر۔ بس تین بجے چلتی ہے۔ ابھی بارہ بجے ہیں ہم وہاں ایک گھنٹہ رکیں گے۔ پھر میں خود تمہیں بس اسٹینڈ تک چھوڑ آؤں گی۔"

گاڑی سگنل پر رکی تو اس نے سرسری انداز میں دائیں طرف دیکھا اور جیسے پتھر کی ہو گئی۔ وہ یقیناً ٹونی ہی تھا۔ وہ پوری گردن موڑے اسے دیکھ رہا تھا۔ اگلے ہی پل اس نے اسے گاڑی سے نکلتے دیکھا تو دل اچھل کر حلق میں آ گیا۔ اس نے اضطراری انداز میں ہاتھ اسٹیئرنگ پر رکھا تب ہی سگنل کھلتے ہی غزل نے گاڑی آگے بڑھا دی۔

"کیا ہوا؟" غزل نے حیرت سے اس کا سفید پڑتا چہرہ دیکھا۔

"کچھ نہیں۔" وہ گہرے سانس لے کر خود کو نارمل کرنے لگی۔ پھر سارا راستہ وہ خود کو سنبھالنے کی کوشش کرتی رہی۔

"واپس جا کر تو ہمیں بھول ہی گئی ہو۔" اس سے گلے ملتے ہوئے شبانہ نے شکوہ کیا تو وہ سر جھکا کر مسکرا دی۔

"میں تم لوگوں کے لیے کھانے کا بندوبست کرتی ہوں۔" مگر غزل نے ان کا ہاتھ پکڑ کر دوبارہ بٹھا لیا۔

"ہمیں بالکل بھی بھوک نہیں۔ بس آپ بیٹھ جائیں۔ گھر میں بڑی خاموشی ہے؟" غزل نے اردگرد کا جائزہ لے کر دوبارہ انہیں دیکھا۔

"آج کل مون اور عون دونوں شعیب کے ساتھ آفس جاتے ہیں۔ ابھی شعیب کو تم دونوں کے بارے میں بتانے کے لیے فون کیا تھا وہ اور عون باہر گئے تھے۔ مون سے بات ہوئی تھی۔"

"یہ مون نے اتنی جلدی آفس جوائن کر لیا۔ اس کا تو مزید دو سال تک کوئی ارادہ نہیں تھا۔" غزل کے کہنے پر شبانہ قہقہہ لگا کر ہنس پڑیں۔

"ہاں تھا تو پھر خود ہی کہنے لگا اگر فارغ رہوں گا تو کون بےکار آدمی کو اپنی لڑکی دے گا۔"

"اچھا تو یہ ساری محنت شادی کے لیے ہو رہی ہے۔"

"اللہ کرے' ورنہ میں تو ہار گئی ہوں اسے راضی کرتے کرتے۔ چاہتی ہوں دونوں بہویں ایک ساتھ آ جائیں تاکہ گھر میں رونق ہو جائے۔" اور وہ جو خاموش تماشائی بنی سن رہی تھی گہرا سانس لے کر رہ گئی۔ "میں نے اس کے لیے کافی لڑکیاں دیکھی ہیں۔ تصویریں ہیں میرے پاس۔ آؤ دکھاؤں' آؤ ایمن!" اسے یونہی بیٹھا دیکھ کر وہ دوبارہ مڑیں۔

"آپی! آپ چلیں اگر آپ مائنڈ نہ کریں تو میں چائے بنا لوں!"

"ارے اس میں مائنڈ کرنے والی کون سی بات ہے۔

UrduPhoto.com

میں بنا رہی ہوں۔"
"نہیں آپ چلیں۔ میں آپ دونوں کے لیے بھی بنا لیتی ہوں۔" انہیں بھیج کر وہ کچن میں آگئی۔ چائے کی اسے واقعی طلب ہو رہی تھی شاید تھکاوٹ کی وجہ سے۔
"کاش میں یہاں نہ آتی۔" ابلتی ہوئی چائے کو دیکھتے ہوئے اس نے بے اختیار سوچا۔ کپ لینے کے لیے وہ جونہی مڑی اپنی جگہ تھم سی گئی۔ دروازے کے درمیان کھڑا وجود کوئی الوژن نہیں تھا۔ ایک حقیقت تھی۔ اس کے دیکھنے پر بھی مون نے اس پر سے اپنی نظریں نہیں ہٹائی تھیں اس کے ایک ٹک دیکھنے پر وہ عجیب سی کیفیت کا شکار ہو کر خود ہی نظریں جھکا گئی۔
"السلام علیکم!" اس بولتی خاموشی کو اس نے توڑا تھا۔
"وعلیکم السلام، کیسی ہو؟"
"ٹھیک ہوں آپ؟"
"تمہارے سامنے ہوں۔" ایمن نے ایک نظر اس پر ڈالی جو فارمل ڈریسنگ میں بہت اچھا لگ رہا تھا۔
"بھابی کہاں ہیں؟" اس کے سوال پر اچانک اسے اپنی پوزیشن کا احساس ہوا۔ وہ جو اپنا گھر سمجھ کر کچن میں چائے بنانے کھڑی ہو گئی تھی۔
"وہ شاید اوپر گئی ہیں۔ مجھے چائے بنانی تھی اس لیے میں ..." اس کے شرمندہ انداز پر وہ ذرا سا مسکرایا۔
"ڈونٹ بی فارمل، مجھے اچھا لگا تمہارا یہ مالکانہ انداز۔" ایمن نے بغور اس کا چہرہ دیکھا جہاں طنز کی رمق تک نہیں تھی۔
"چائے لے گی؟" وہ جو ان لفظوں میں الجھ رہی تھی، چونک کر چولہے کی طرف مڑی پھر اس کے ہاتھ سے کپ لے کر بھی وہ وہیں کھڑا رہا۔ وہ وہاں سے ہٹ جانا چاہتی تھی۔ لیکن وہ ایسا کر نہیں پا رہی تھی۔
"غزل بتا رہی تھی کہ تمہاری منگنی ہو رہی ہے؟"
"نہیں۔ میری منگنی نہیں ہوئی۔" وہ جلدی سے بولی۔
"واقعی۔" اسے لگا وہ خوش ہوا ہے۔
"غزل بتا رہی تھی، آپ منگنی کر رہے ہیں۔ بہت خوب صورت ہے آپ کی ہونے والی فیانسی ... تمہارا اپنے بارے میں کیا خیال ہے۔ مطلب اپنی شکل کے بارے میں؟" وہ حیران ہو کر اسے دیکھنے لگی۔
"ٹھیک ہوں۔"

لیکن مجھے تو بڑی خوب صورت لگتی ہو جی۔" آج تو وہ اسے جھٹکے پہ جھٹکے دے رہا تھا۔ "میرا مطلب ہے میری فیانسی کی شکل بالکل تمہاری طرح ہے اور مجھے تو وہ بہت خوب صورت لگتی ہے۔"
دل جو کچھ لمحوں کے لیے خوش فہم ہو کر گنگنانے لگا تھا بجھ سا گیا۔
بھابی کو میں نے پہلے ہی اپنی پسند بتا دی تھی کہ لڑکی گوری اور خوب صورت ہونی چاہیے۔ تم تو جانتی ہو، میں کتنا حسن پرست ہوں۔ دوسرا اس کا سینس آف ہیومر اچھا ہونا چاہیے۔ کیونکہ میری عادت ہے ہر کسی سے مذاق کرنے کی۔ میرے مزاج کی ہوگی تو کم از کم مجھے انڈر اسٹینڈ تو کر سکے گی کہ میں مذاق کر رہا ہوں ورنہ تو وہ یہی سمجھے گی کہ میں کسی کی کمزوری کو نشانہ بنا رہا ہوں۔ تیز اور ماڈرن لڑکیاں مجھے پسند نہیں۔ شریف اور گھریلو لڑکی ہونی چاہیے۔ کیونکہ بنیادی طور پر میں خود کافی شریف ہوں۔ لڑکی کا سمجھ دار ہونا بہت ضروری ہے تاکہ وہ میرے ظاہر کے ساتھ باطن کو بھی سمجھ سکے۔ یہ نہ ہو میرے ظاہر کو دیکھ کر مجھے بدکردار اور فلرٹی سمجھ لے کیونکہ میرے کردار پر کوئی الزام لگائے تو مجھے بہت برا لگتا ہے۔"
وہ اسے یہ سب کیوں سنا رہا تھا۔ وہ نہیں جانتی تھی لیکن میں جو اس نے جتانا چاہا تھا، وہ اس کی آنکھیں نم کرنے کے لیے کافی تھا۔ اس سے پہلے کہ آنسو پلکوں کی باڑھ پھلانگ کر باہر نکلتے۔ وہ اس کے سامنے سے ہٹ جانا چاہتی تھی۔
"رکو۔" اس سے پہلے وہ باہر نکلتی، وہ اس کے مقابل آ گیا۔ "بھابی نہیں جانتی تھیں کہ تم میرے بارے میں کیا سوچتی ہو۔ اس لیے وہ چاہتی تھیں کہ میں تم سے شادی کر لوں۔ ان کے خیال میں جیسی لڑکی میں چاہتا ہوں، تم بالکل ویسی ہو لیکن ..." وہ بات ادھوری چھوڑ کر خاموش ہوا تو اس نے بے چینی سے اس کا چہرہ دیکھا اور اگلے ہی پل وہ پھٹ پڑی۔
"لیکن آپ نے انکار کر دیا کیونکہ آپ بہت حسن پرست ہیں۔ آپ کو گوری اور خوب صورت لڑکی چاہیے جبکہ میں نہ خوب صورت اور گوری نہیں۔ آپ کو اچھے سینس آف ہیومر والی لڑکی سے شادی کرنی ہے جبکہ مجھ میں تو مذاق سمجھنے کی بھی صلاحیت نہیں۔ آپ کو سمجھ دار لڑکی سے شادی کرنی ہے جبکہ میں دنیا کی بے وقوف ترین لڑکی ہوں۔ کیونکہ میں نے آپ کے ظاہر کو دیکھا اور جب باطن

UrduPhoto.com

کو سمجھا تو بہت دیر ہو چکی تھی۔ میں نے بہت غلط کیا۔ میں جانتی ہوں۔ لیکن میں نے آپ سے معافی بھی مانگی تھی کیونکہ میں جان گئی تھی کہ آپ بہت اچھے ہیں۔" آنسو ن کی لاکھ کوشش کے باوجود اس کے گالوں پر پھسل چکے تھے۔ "آپ کو شریف لڑکی سے شادی کرنی ہے اور آپ کے نزدیک میں شریف نہیں کیونکہ میں تنہائی میں ایک غیر مرد کے ساتھ اس کے کمرے میں آگئی تھی۔"

وہ جو سر جھکائے سب کہہ رہی تھی سر اٹھا کر اس کا چہرہ دیکھنے لگی۔

"میں بری نہیں ہوں۔ لیکن پھر بھی ہر ایک کو اپنی شرافت کی گواہی دیتی پھر رہی ہوں۔ میں انسان ہوں، غلطی ہو گئی تھی پر میں کسی غلط نیت سے اس کے ساتھ نہیں گئی تھی۔ مجھے بس انسانوں کو پرکھنا نہیں آتا۔"

اس کے آنسوؤں میں روانی آگئی تو لفظ بھی ساتھ چھوڑنے لگے۔ وہ بھاگنے کے انداز میں وہاں سے نکلی تھی۔

"چاچو! آپ یہاں کیوں اسٹیچو آف لبرٹی بنے کھڑے ہیں؟" عون اس کے کان کے پاس آکر زور سے چیخا تو اس نے ناگواری سے اسے دیکھا۔

"آفس سے کیوں بھاگ آئے تھے؟" اسے خاموش دیکھ کر وہ پھر بولا۔

"ایمن اور غزل سے ملے؟"

"کہاں ہیں وہ؟"

"وہ تو چلی گئیں۔" وہ جو تیزی سے کچن سے باہر نکلا تھا۔ وہیں رک گیا۔ اگلے ہی لمحے وہ لمبے لمبے ڈگ بھرتا سیڑھیاں چڑھنے لگا۔ عون نے حیرت سے اس کا انداز دیکھا تھا۔

☼ ☼ ☼

دروازہ کھٹکھٹا کے وہ اجازت کا انتظار کیے بغیر اندر داخل ہو گیا۔ مون نے ایک نظر اسے دیکھ کر دوبارہ تکیہ منہ پر رکھ لیا۔

"پلیز یار! مجھے ڈسٹرب نہ کرو۔" عون کے تکیہ کھینچنے پر اس نے بیزاری سے کہہ کر بازو آنکھوں پر رکھ لیا۔

"نیچے ممی اور پاپا کی گول میز کانفرنس چل رہی ہے کہ [illegible] آپ کے ہاتھ پیلے کر دینے چاہئیں کیونکہ آپ کی [illegible] مشکوک ہوتی جا رہی ہیں نہ کھاتے ہیں نہ پیتے ہیں اور نہ ہی پہلے جیسی بندروں والی حرکتیں کرتے ہیں۔" اس نے کوئی جواب نہ دیا تو عون مسکرا کر اسے دیکھتا رہا اور اس کے کندھے پر سر رکھ کر اس کے ساتھ لیٹ گیا۔

"ہوشیار! کیا فضول حرکتیں کر رہے ہو۔" مون نے اسے پیچھے دھکیلنا چاہا تو وہ اور سختی سے اس کے ساتھ لپٹ گیا۔

"اگر محبت ہو جائے تو بتا دینا چاہیے۔" مون نے آنکھیں کھول کر اس کے گھنے بالوں والے سر کو دیکھا تب ہی عون نے تھوڑی اس کے کندھے پر ٹکا کر چہرہ اونچا کیا۔

"ایمن کی بات کر رہا ہوں۔ مجھے تو افسوس اس بات کا ہو رہا ہے آپ نے مجھ سے بھی شیئر نہیں کیا اور جب میں نے پوچھا تھا تب کیسے آپ نے میرا مذاق اڑایا تھا۔"

"تب میں واقعی اس سے محبت نہیں کرتا تھا۔" مون کا انداز تھکا تھکا سا تھا۔ کھلی آنکھوں کے سامنے اچانک موم بتی کی لو کے سائے میں لرزتی پلکیں اور بھیگا چہرہ لہرانے لگا۔

"تو پھر یہ واردات کب ہوئی؟" عون ایک دم آلتی پالتی مار کر بیٹھ گیا۔

"بس ہو گئی۔ ایک اندھیری رات میں۔ اتنے عرصے میں یہ سمجھنے کی کوشش کرتا رہا کہ یہ واقعی محبت ہے یا کچھ لمحوں کا اثر۔"

"پھر کیا نتیجہ نکلا؟" عون نے شرارت سے اس کا چمکتا چہرہ دیکھا۔

"محبت ہے یار!" اس کی شرارت پر وہ جھلا کر بولا۔

"اور وہ جو اس کی منگنی"

"کوئی منگنی نہیں ہوئی اس کی۔" مون جلدی سے بولا۔

"اور فرض کریں اگر ہو جاتی تو ___"

"تو میں وہ منگنی تڑوا دیتا۔"

"شاباش۔" اس کے ٹھوس لہجے پر عون نے اس کا کندھا تھپتھپا کر اسے داد دی۔

"تو اب کیا مشکل ہے؟"

"ایک گڑبڑ ہو گئی یار!" مون نے اسے دوپہر کا سارا واقعہ سنا دیا۔

"چاچو! بجائے اس کے کہ آپ اسے حال دل سناتے آپ اس کا دل جلانے بیٹھ گئے۔"

"بس یار! میں نے تو مذاق کیا تھا۔ وہ ایک دم سیریس ہو گئی۔ اس سے پہلے کہ میں کوئی وضاحت دیتا وہ وہاں سے

چلی گئی۔

"پھر؟"

"اب پھر کیا' اس سے ملنے جانا پڑے گا کیونکہ میں ایک مشرقی لڑکا ہوں اپنی شادی کی بات خود نہیں کر سکتا۔ تم بھابھی اور بھائی جی سے بات کرلینا۔" وہ دوبارہ تکیہ سر کے نیچے رکھ کر لیٹ گیا۔

"جا کب رہے ہیں؟"

"صبح ہی نکلوں گا۔"

"بڑی جلدی ہے۔"

"پہلے ہی اپنی محبت کو سمجھنے میں اتنی دیر کردی ہے۔ یہ نہ ہو کوئی ولن ہی درمیان میں آجائے اس سے پہلے ہی تمہاری چچی کو یہاں لے کر آنا ہوگا۔"

"ایمن چچی اور مون چاچو' واہ کیا جوڑی ہوگی۔" عون نے شرارت سے مون کو دیکھا اور پھر دونوں قہقہہ لگا کر ہنس پڑے۔

☼ ☼ ☼

ابھی پچھلے الزامات کے زخم تازہ تھے کہ ایک اور طوفان اس کی زندگی میں داخل ہوا تھا۔ وہ ابھی گھر میں داخل ہوئی تھی کہ اسے اطلاع ملی تھی کہ ڈاکٹر طلعت اور اس کی فیملی آئی تھی اس کا پرپوزل لے کر۔ وہ جہاں تھی وہیں کھڑی رہ گئی۔ تینوں بھابھیاں کچن کے دروازے میں کھڑی معنی خیز نظروں سے اسے دیکھ رہی تھیں۔ سرفراز بھائی ڈرائنگ روم میں تھے۔ فیاض اور نیاز بھائی نے جن نظروں سے اسے دیکھا تھا' وہ اندر تک کانپ کر رہ گئی۔ وہ تیزی سے اپنے کمرے کی طرف بڑھی تھی۔ وہ ابھی ڈاکٹر طلعت کے خوف سے باہر نہیں نکلی تھی کہ سرفراز بھائی کی گرجتی ہوئی آواز پر بے ساختہ سہم کر دیوار سے جا لگی۔ دھاڑ کی آواز کے ساتھ دروازہ کھلا تھا۔ سرفراز بھائی کے پیچھے کتنے ہی چہرے اندر داخل ہوئے تھے۔ انہوں نے اس کے قریب پہنچتے ہی ایک تھپڑ اس کے منہ پر مارا تھا۔ وہ زمین پر جا گری تھی۔ ابھی وہ سنبھل بھی نہیں پائی تھی کہ انہوں نے بالوں سے پکڑ کر اسے کھڑا کیا۔ درد کے مارے اس کی چیخ نکل گئی۔ وہ اسے بالوں سے پکڑے جھٹکے دیے جا رہے تھے۔ اس کی چیخوں پر امی بے ساختہ آگے بڑھی تھیں۔

"چھوڑو سرفراز!"

"نہیں امی!" انہوں نے سختی سے ماں کا ہاتھ جھٹک

دیا۔

"میں آج اسے زندہ زمین میں گاڑ دوں گا۔ یہ سب آپ کی ڈھیل کا نتیجہ ہے۔ آپ نے ہی اسے وہاں لڑکوں کے ساتھ پڑھنے بھیجا تھا۔ اور یہی وہ نامراد ہے' جس کی وجہ سے یہ شادی سے انکار کر رہی تھی۔"

"ہاں تو جب ہم کہتے تھے تو بڑا برا لگتا تھا آپ کو۔" فوزیہ بھابھی زہرخندہ انداز میں بولیں۔

"میں نے تو پہلے ہی کہا تھا' ضرور اس کا کوئی یار ہے۔" ناز بھابھی کے انداز اور الفاظ پر اس کا دل چاہا زمین پھٹے اور وہ اس میں سما جائے۔

"بڑے بھیا! میں نے کچھ نہیں کیا' میرا یقین کریں۔ میں نے نہیں بلایا انہیں۔" وہ ہچکیوں کے درمیان بڑی مشکل سے بولی تھی۔

"تم نے کچھ نہیں کیا یا تم نے نہیں بلایا تو وہ لڑکا اور اس کے گھر والے یہاں کیسے پہنچے اور اس کی ماں نے صاف کہا ہے کہ وہ یہ رشتہ اپنے بیٹے کی پسند سے لے کر آئی ہیں۔" انہوں نے زور سے اسے دھکا دیا۔ تو وہ ایک بار پھر دیوار سے جا لگی۔

"اس کی ماں کیا وہ لڑکا خود اپنی زبان سے اقرار محبت کر رہا تھا۔ بھئی' اتنی بے غیرتی نہ ہم نے دیکھی اور نہ سنی۔" ناز بھابھی کانوں کو ہاتھ لگاتے ہوئے بولیں۔

"اس لڑکی نے ہماری عزت پر بٹہ لگا دیا ہے۔" فیاض بھائی تلملا کر آگے بڑھے تھے۔ اس نے ایک دم ان کے پاؤں پکڑ لیے تھے۔

"فیاض بھائی؟ میں نے کچھ نہیں کیا۔ میرا یقین کریں۔ مجھے وہاں شادی نہیں کرنی۔ آپ منع کردیں۔"

"ہاں اب تو تم یہی کہو گی' اصلیت جو کھل گئی ہے۔" ناز بھابھی ہاتھ نچا کر بولیں تو وہ بے جان ہوتے جسم کے ساتھ وہیں ڈھے گئی۔

"ایسی بیٹیاں جو عزتوں سے کھیلیں' انہیں تو پیدا ہوتے ہی مرجانا چاہیے۔" آخرکار نیاز بھائی نے بھی اپنی زبان کھولی۔

"بند کرو تم لوگ اپنی بکواس۔" سعدیہ بیگم ایک دم غصے سے بولی تھیں۔ "کیوں وہ مرجائے۔ کیا کیا ہے اس نے؟ گھر سے بھاگ گئی ہے؟ کورٹ میرج کرلی ہے؟ کیا کیا ہے؟ وہ رو رو کر کہہ رہی ہے' اس نے کچھ نہیں کیا لیکن تم لوگ اندھے ہونے کے ساتھ بہرے بھی ہوگئے ہو۔ میری بیٹی

UrduPhoto.com

کی شرافت کی میں گواہ ہوں۔ میں دیکھ بھی سکتی ہوں' سن بھی سکتی ہوں۔ وہ لوگ اپنی مرضی سے آئے تھے اگر وہ ایمن کو پسند کرتا ہے تو اس میں ایمن کی کیا غلطی ہے۔ ہم کسی پر کوئی پابندی تو نہیں لگا سکتے۔ یہ غلط تب ہوتا جب وہ رشتہ لے کر آتا۔"

"آپ اسے رعایت دے سکتی ہیں ہم نہیں۔" سرفراز بھائی رعونت سے بولے۔ "ہمیں وہاں رشتہ نہیں کرنا۔ اب اس کی شادی فوزیہ کے بھائی سے ہی ہوگی۔" آخر میں وہ اپنا فیصلہ سنا کر باہر نکل گئے اور آہستہ آہستہ باقی سب بھی باہر نکل گئے۔ اپنے سر پر کانپتا ہوا ہاتھ محسوس کر کے اس نے سر اٹھایا۔ امی ماں کا بھیگا چہرہ دیکھ کر وہ اپنا سر ان کی گود میں رکھ کر بلکنے لگی۔

"امی! میں قسم کھانے کو تیار ہوں۔ میں نے کوئی غلط حرکت نہیں کی اور نہ ہی میں اس شخص کو پسند کرتی ہوں۔ میں اس سے شادی بھی نہیں کرنا چاہتی۔ کبھی بھی نہیں۔" انہوں نے اس کے آنسو صاف کر کے اس کا چہرہ دیکھا۔ جس کا بایاں گال بری طرح سرخ تھا اور انگلیوں کے نشان واضح تھے۔ اس کی حالت دیکھ کر ان کا دل جیسے کسی نے مٹھی میں لے لیا۔

"میری بچی۔" انہوں نے روتے ہوئے اس کی پیشانی چوم کر اسے سینے سے لگا لیا۔

☼ ☼ ☼

"کتنی دیر میں فارغ ہو جاؤ گی۔"

"آدھا گھنٹہ لگے گا۔" وہ سر جھکا کر بولی۔

"ٹھیک ہے' مجھے آنے میں ڈیڑھ گھنٹہ بھی لگ سکتا ہے۔ میرا ایمیں انتظار کرنا۔" فیاض بھائی نے اپنی بائیک کو کک لگاتے ہوئے کہا تو وہ سر ہلا کر رہ گئی۔ آج وہ اسکول سے ریزائن کرنے آئی تھی۔ سرفراز بھائی نے اس کے اسکول جانے پر بھی پابندی لگا دی تھی۔ اسے اس جرم کی سزا دی جا رہی تھی جو اس نے نہیں کیا تھا۔ صرف محبت کی تھی اور دل کے ہاتھوں مجبور ہو کر کسی اور کے خواب آنکھوں میں سجا نہیں پا رہی تھی۔ لیکن اس کی محبت نے اس سے کچھ غلط نہیں کروایا تھا۔ پھر بھی وہ سزا کی مستحق ٹھہری تھی۔

"ایمن رؤف کے بارے میں سوچا کرنا تھا۔" ... پرنسپل کے آفس سے نکلی تو اس نے ... دیکھی تھی۔ اس

نے نظریں گھما کر ریسپشن کی طرف دیکھا۔ وہ مون ہی تھا۔ کتنے ہی پل حیرت کی شدت سے وہ ساکت کھڑی رہی۔

"کیا اب یہ بھی کوئی الزام لگانے آیا ہے؟" اس میں اب مزید سننے کی سکت نہیں تھی۔ وہ تیز قدم اٹھاتی باہر کی طرف بڑھنے لگی۔

"ایمی۔" اس کے قدم جیسے زمین نے جکڑ لیے۔

"کہاں بھاگ رہی ہو۔ تین دن سے تم سے ملنے کے لیے یہاں خوار ہو رہا ہوں۔ اسکول کیوں نہیں آ رہی تھیں؟" وہ اس کے سامنے آتے ہی ایک ساتھ کئی سوال کر گیا تھا۔ ایمن بے یقینی سے اس کے پرانے انداز کو دیکھ رہی تھی۔

"ایسے کیا دیکھ رہی ہو' یہ میں ہی ہوں۔ چلو میرے ساتھ۔ مجھے تم سے ضروری بات کرنی ہے؟" اسے خاموش دیکھ کر وہ عجلت میں بولتا ہوا آگے بڑھا۔

"کیا ہوا؟" اسے وہیں جماد دیکھ کر وہ دوبارہ مڑا۔

"آپ کو کیا کہنا ہے؟"

"یہاں اسکول میں بات کرنا ٹھیک نہیں۔"

"میں باہر نہیں جا سکتی۔"

"چلو پھر گاڑی میں چل کر بات کر لیتے ہیں۔" اسے کشمکش میں دیکھ کر وہ سنجیدہ ہو گیا تو وہ سر جھکا کر چلنے لگی۔

"اسکول کیوں نہیں آ رہی تھیں؟" گاڑی میں بیٹھتے ہی اس نے پوچھا تھا۔

"چھوڑ دیا ہے۔"

"کیوں؟" کچھ دیر وہ خاموشی سے گود میں رکھے ہاتھوں کو دیکھ کر ضبط کرنے کی کوشش کرتی رہی۔ جو اس کے اپنے تھے' انہوں نے اسے زخم دیے تھے اور یہ غیر تھا لیکن پتا نہیں کیوں اسے اپنا لگ رہا تھا۔ دل چاہ رہا تھا اپنا سارا بوجھ اس کے سامنے ہلکا کر دے۔ اگلے ہی پل وہ دونوں ہاتھوں میں چہرہ چھپا کر رونے لگی۔

"کیا ہوا ایمی؟" اس کے یوں رونے پر وہ بوکھلا کر رہ گیا۔

"دیکھو ایمی! میں پریشان ہو رہا ہوں۔ مجھے بتاؤ کیا بات ہے؟" اس کی آواز میں پریشانی محسوس کر کے اس نے دونوں ہاتھوں سے چہرہ صاف کیا۔

"وہ ڈاکٹر طلعت اور اس کے گھر والے آئے تھے میرے لیے۔"

"واٹ؟" وہ چیخ اٹھا۔

"سارے گھر والے سمجھ رہے ہیں' یہ رشتہ میری ایما پر

UrduPhoto.com

میری لیے کچھ اور پروپوزل آئے تھے اور میری
کزن سے طے ہو رہی تھی۔ لیکن میں نے انکار
اب سب سمجھ رہے ہیں کہ میں نے یہ سب ڈاکٹر
کی وجہ سے کیا اور بھائی نے مجھے مارا بھی۔" وہ ایک
سی زور سے رونے لگی۔
اس میں ہاتھ اٹھانے والی کون سی بات تھی۔ انہیں
تمہیں تم پر ہاتھ اٹھاتے ہوئے۔" اس کے لہجے
محسوس کر کے وہ دزدیدہ نظروں سے اسے دیکھنے
ہونٹ بھینچے بالکل سامنے دیکھ رہا تھا۔ اس نے
نظریں گھما کر سامنے دیکھنا شروع کر دیا۔
اب وہ میری شادی بھابھی کے بھائی سے کر رہے
نے سنجیدگی سے اس کی طرف دیکھا تھا۔
میں آج ہی بھابھی اور بھائی جی کو تمہارے گھر بھیجتا

نہیں۔" وہ بے ساختہ بولی۔
نہیں کیا؟" وہ درشتی سے بولا تو وہ ڈر کر خاموش ہو

بولا"
بھائی مجھے پھر ماریں گے۔"
ہاتھ نہ توڑ دوں گا میں تمہارے بھائی کے۔" وہ دانت
"اور میں کون سا جرم کر رہا ہوں' رشتہ ہی تو
رہا ہوں۔"
آپ سمجھ نہیں رہے اگر انہیں ذرا سی بھنک بھی پڑ گئی
میں آپ کو جانتی تھی تو وہ یہی سمجھیں گے کہ میرا اور
کوئی چکر تھا۔" وہ اتنی لاچاری سے بولی کہ باوجود
کے اس کے منہ سے نکل گیا۔
تھا نہیں؟"
تھا؟" وہ بے ساختہ حیرت سے اسے دیکھنے لگی تو
بے اندازہ وہ مسکرا اٹھا۔
تمہاری طرف سے نہیں تھا پر میری طرف سے تو ہے
ہی ہے جو میں تین دن سے اس اسکول کے چکر کاٹ
"اس کی حیرت میں کوئی کمی نہ آئی تو اس نے
سے سہلایا۔
نے اس دن خود کہا تھا 'تم دنیا کی بے وقوف ترین
میں اسی وقت تمہاری بات پر ایمان لے آیا تھا۔
تم مجھتا نہیں آیا۔ اس دن بھی میں مذاق کر رہا
مجھے کسی قسم کی وضاحت کا موقع دیے بغیر آ گئی

ماہنامہ
حنا
بہنوں کا اپنا ماہنامہ
لاہور

نومبر 2006ء شمارہ شائع ہو گیا ہے

نومبر کے شمارے کی ایک جھلک

☆ مشہور اداکارہ "سونیا جہاں" سے ملاقات
☆ "ہارے بھی تو بازی مات نہیں" فوزیہ غزل کا مکمل ناول
☆ "چاندنی مسکرانے لگی" سباس گل کا مکمل ناول
☆ "دید، امید اور عید" تحسین اختر کا ناولٹ
☆ "احساس رشتوں کا" فرحت شوکت کا ناولٹ
☆ "خوبصورت فیصلہ" شاہینہ مہتاب چندا کا ناولٹ
☆ "بن تیرے زندگی" نازیہ کنول نازی کا سلسلے وار ناول
☆ "تیرا ہجر بڑا بدذات سجن" تحسین اختر کا نیا سلسلے وار ناول
☆ فریحہ شیخ، کنول نین، نازیہ کنول اور سعدیہ عابد کاشف کے افسانے

اس کے علاوہ

پیارے نبی ﷺ کی باتیں، انشاء نامہ، انٹرویو، شوبز کی دنیا کی دلچسپ معلومات اور عید سروے کے علاوہ حنا کے بھی مستقل سلسلے شامل ہیں

نومبر 2006ء کا شمارہ

آج ہی اپنے قریبی بک اسٹال سے طلب کریں

تھیں۔ سب کچھ خود سے اخذ کر لیا تم... میں تمہیں اچھے کردار کا نہیں سمجھتا' تم نے ایسا سوچا بھی کیسے؟ میں جتنا خود پر یقین کرتا ہوں اتنا ہی تم پر بھی یقین کرتا ہوں۔ تمہارے کردار سے تو میں پہلے دن ہی سے متاثر تھا۔ یہ الگ بات ہے کہ محبت بہت بعد میں ہوئی میں حسن پرست ہوں اسی لیے تو تمہیں پسند کیا ہے۔ میرے نزدیک تم سب سے خوب صورت لڑکی ہو۔" وہ اس پر اتنا یقین کرتا تھا۔ یہی سوچ اس کی آنکھیں جھلملانے کو کافی تھی۔

"اب اس طرح رونے کی بالکل ضرورت نہیں۔ میں ہمارے درمیان کسی ولن کو آنے نہیں دوں گا۔"

"اور اگر گھر میں کسی بھی پتا چل گیا کہ ہم ایک دوسرے کو جانتے ہیں تو وہ کبھی نہیں مانیں گے۔"

"ان کی ایسی کی تیسی۔ میں تمہیں اٹھا کر لے جاؤں گا۔"

"اگر ایسے ہی کرنا ہوتا تو میں ابھی نہ آپ کے ساتھ چلی جاتی۔" وہ تڑوٹھے لہجے میں بے ساختہ بولی۔ مون کے قہقہے پر اسے اپنے جملے کا احساس ہوا۔

"چلو پھر ایسا ہی کرتے ہیں۔" مون نے کہنے کے ساتھ گاڑی اسٹارٹ کر دی تو اس نے گھبرا کر دروازہ کھولنا چاہا جو پہلے ہی لاک ہو چکا تھا۔

"مون پلیز۔" وہ گھبرا کر اس کی طرف مڑی جو محظوظ نظروں سے اس کی گھبراہٹ دیکھ رہا تھا۔

"اوکے۔" اس کا دوبارہ رونے والا موڈ دیکھ کر اس نے خود کو سنجیدہ کر لیا۔

"یہ بتاؤ' تمہارے گھر والے ہمیں جانتے ہیں؟"

"نہیں۔ کبھی کسی نے پوچھا ہی نہیں' بس اتنا جانتے ہیں میں کسی گھر میں رہتی تھی۔"

"تم نے کبھی ہمارے نام لیے؟"

"بس شاید شبانہ آپی کا ذکر کیا ہو گا اسی سے۔" اس نے سوچ کر جواب دیا تو وہ سر ہلا کر سیل فون پر نمبر ڈائل کرنے لگا۔

"ہیلو' ہاں یار! ملا ہوں ایمن سے... [illegible]" شاید فون پہ بات کر رہا تھا۔ وہ خاموشی سے اسے دیکھنے لگی جو عون کو ساری تفصیل بتا رہا تھا۔

"اب تم کچھ سوچو... [illegible] ہیں نا' ان کا ذہنی توازن بالکل ٹھیک نہیں۔" اس نے کہنے کے ساتھ شرارتی نظروں سے ایمن کو دیکھا جو شرما گئی۔

نظروں سے اسے ہی دیکھ رہی تھی۔

"غزل سے۔" مون کی حیران آواز پر وہ بھی چونک گئی۔ وہ اب خاموشی سے دوسری طرف سے عون کو سن رہا تھا۔

"بالکل ٹھیک ہے تم بھابھی اور بھائی جی کو اچھی طرح سمجھا دو اور غزل کو بھی اچھی طرح بتا دینا۔ میں یہیں ہوں۔ تاج ہوٹل میں ٹھہرا ہوں۔ بس شام کو ہی پہنچ جاؤ۔"

وہ فون آف کر کے پھر اس کی طرف متوجہ ہوا۔

"آج سے میں اور تم ایک دوسرے کو بالکل نہیں جانتے۔ یہ تم نے ظاہر کرنا ہے۔ بھائی جی اور بھابھی آج ہی تمہارے گھر آئیں گے اور وہ بھی یہی ظاہر کریں گے ٹھیک ہے؟" مون کے پوچھنے پر وہ سر ہلا کر رہ گئی۔ "اب تم بے فکر ہو کر گھر جاؤ۔"

"سب ٹھیک ہو جائے گا نا؟" مون نے چونک کر اس کا چہرہ دیکھا جہاں اس سے بچھڑنے کا ڈر صاف لکھا نظر آ رہا تھا۔ اس کے ہونٹوں کے ساتھ آنکھیں بھی مسکرانے لگیں تو ایمن کو اپنی بے اختیاری کا احساس ہوا' اس نے خفت سے سرخ پڑتا چہرہ جھکا لیا۔۔۔۔

"مجھے یقین نہیں آ رہا ایمی! کہ تم بھی مجھ سے محبت کرتی ہو۔" مون کے گمبھیر لہجے پر اس کا جھکا سر مزید جھک گیا۔

"میں جا رہی ہوں۔" اس نے دروازے پر ہاتھ رکھا۔ وہ اب بھی لاک تھا۔ وہ اسی طرح بیٹھی رہی۔

"ہم نے محبت کر کے کوئی غلطی نہیں کی۔ ایسی غلطی تب ہوتی جب اس محبت میں غلط راستہ اختیار کرتے لیکن ہم اپنی محبت کو جائز نام دینے جا رہے ہیں۔" مون کا خوب صورت انداز اس کے اندر تک اتر گیا اس نے لاک کھول دیا تو وہ باہر نکل آئی۔ گیٹ میں داخل ہونے سے پہلے اس نے مڑ کر دیکھا' وہ مسکراتا ہوا اسے ہی دیکھ رہا تھا۔ وہ کھل کر مسکرائی اور گیٹ کے اندر داخل ہو گئی تھی۔

☼ ☼ ☼

"ایمن۔"

"جی بھابھی۔" اس نے پراٹھا پلیٹ میں رکھنے کے بعد شبانہ کو دیکھا۔

"مون اٹھا ہے کہ نہیں؟"

"جی اٹھا کر تو آئی تھی۔" وہ ایک اور پیڑا بنانے لگی۔

"اچھا اس کو چھوڑو' اسے دیکھ کر آؤ۔ ابھی شعیب شور مچا دیں گے۔" ان کے کہنے پر وہ ہاتھ جھاڑنے لگی۔

UrduPhoto.com
UrduPhoto.com
UrduPhoto.com

ی جی! میں آپ سے کہہ رہی ہوں، کسی دن میں
ت پذ اش ہو جاؤں گی عون سے۔ ہر وقت لڑاکے بلے کی
ں ڑ تا رہتا ہے۔" تب ہی جھلائی ہوئی کنول اندر داخل

ب کیا ہوا ہے؟" شبانہ کے پوچھتے ہی وہ شکایتوں کا
کھول کر بیٹھ گئی تو ایمن مسکراتی ہوئی باہر نکل آئی۔
ر کنول کی نوک جھونک روز کا معمول تھی جتنا ان
پیار تھا، اتنی تکرار بھی ہوتی تھی۔
السلام علیکم۔" شعیب بھائی کو ڈائننگ روم میں
ل ہوتا دیکھ کر وہ مسکرائی۔
علیکم السلام، جیتی رہو۔ مون اٹھا کہ نہیں؟"
ن ہی کو دیکھنے جا رہی ہوں۔" وہ تیزی سے سیڑھیوں
رف بڑھنے لگی۔

اس کی شادی کو چار ماہ ہونے والے تھے لیکن اب تک
ب ایک حسین خواب لگتا تھا۔ اس دن مون کے کہنے
مطابق شام کو شعیب بھائی، شبانہ آپی غزل کے ساتھ
ئے تھے اور آج تک سب یہی سمجھتے تھے کہ شعیب بھائی
کے دور پار کے رشتے دار ہیں۔ اور وہ لوگ مون کے
رشتہ ڈھونڈ رہے تھے۔ غزل نے ان لوگوں کو اس کے
ے میں بتایا تھا۔ تو اس کے گھر والوں کو یہ رشتہ پسند آیا
اور "ہاں" ہوتے ہی مون نے منگنی کے بجائے نکاح
ردیا تھا۔ شادی کی تیاری کے لیے اس کے گھر والوں
وماہ کا وقت مانگا تھا۔ لیکن مون نے ایک ماہ کے اندر
ی بھی کروالی تھی۔ اور آج وہ مون کی بیوی کی حیثیت
اس گھر میں موجود تھی۔ آج میکے میں اس کی عزت
ے زیادہ تھی۔ اس کے بھائی اور بھابھیاں اسے سر
پر بٹھاتے تھے یقیناً "اس کا سہرا مون کے سر تھا
نے اس کی عزت پر حرف نہیں آنے دیا تھا۔
را سانس لے کر کمرے میں داخل ہوئی۔ خالی
واس نے حیرت سے دیکھا۔
ی زوردار آواز پر وہ ڈر کے مارے اچھل پڑی۔
ن آپ بھی حد کرتے ہیں۔ کسی دن ایسے ہی میرا
ل ہو جائے گا۔"
ارٹ میرے پاس ہے، وہ کیسے فیل ہو سکتا ہے۔"
نے مسکرا کر ایمن کو اپنے بازو کے حلقے میں لے

سکے پاس ہے، اسی لیے تو ڈرتی ہوں۔"

"اچھا جی۔" اس کے شرارتی انداز پر وہ اسی طرح اسے
ساتھ لگائے باہر نکل آیا۔
"واہ یہ لوبرڈز کہاں جا رہے ہیں؟" عون کی چہکتی آواز پر
وہ دونوں ایک ساتھ مڑے تھے۔
"ناشتا کرنے چلو گے؟"
"میں بھی وہیں جا رہا ہوں۔"
"ایمن! تمہارے لیے۔" عون نے بند مٹھی اس کے
سامنے کی تو اس نے جلدی سے اپنی ہتھیلی اس کے آگے
پھیلا دی۔ لیکن اگلے ہی پل اس نے چیختے ہوئے ہتھیلی
الٹ دی۔ ربڑ کی چھپکلی دور جا گری تھی۔ اس کے منہ
بنانے پر ان دونوں نے ہاتھ پر ہاتھ مار کر قہقہہ لگایا اور
سیڑھیاں اترنے لگے۔
زندگی زندہ دلی کا نام ہے، اس کا احساس اسے اس گھر کے
مکینوں کے ساتھ رہ کر ہوا تھا اور مون کی زندگی میں داخل
ہونے کے بعد تو وہ زندگی کا ہر لمحہ جی رہی تھی۔ ان دونوں
کے قہقہے پر اس نے چونک کر سامنے دیکھا اور خود بھی مسکرا
کر سیڑھیاں اترنے لگی۔

★

خواتین ڈائجسٹ کے شائع کردہ
چار نئے اور خوبصورت
ناول

- دل، دیا، دہلیز، رفعت سراج 600 روپے
- وہ خبطی سی دیوانی سی، آسیہ سلیم قریشی 400 روپے
- جو چلے تو جاں سے گزر گئے، ماہا ملک 150 روپے
- ساگر، دریا، بادل، بوند، رضیہ عین 250 روپے

قیمت بذریعہ منی آرڈر یا چیک ڈرافٹ سے بھجوائیں
ڈاک خرچ اور پیکنگ فری
منگوانے کا پتہ
- مکتبہ عمران ڈائجسٹ 37 اردو بازار کراچی
- لاہور اکیڈمی 205 سر ... لاہور